قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام والامام محمد قاسم النانوتوی

بانی دارالعلوم دیوبند

اور اکابر امت کے علوم وافکار کا نقیب

ماہنامہ

ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

NIDA-E-DARUL-ULOOM WAQF DEOBAND

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم

دفتر ماہنامہ

ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

ضلع سہارنپور، یوپی (انڈیا)

قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام والامام محمد قاسم النانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند

اور اکابر امت کے علوم وافکار کا نقیب

ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

جلد نمبر ۱۵ شعبان المعظم/رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق فروری/مارچ ۲۰۲۴ء شمارہ نمبر ۱۰،۹

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

مدیر

مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

ڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند

شرح خریداری

فی شمارہ	۲۵/روپے
سالانہ علاوہ ڈاک خرچ	۲۵۰/روپے
سالانہ مع ڈاک خرچ	۳۲۵/روپے
تاعمر	۵۰۰۰/روپے

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان علامت ہے آپ کی مدت خریداری مکمل ہوچکی، رسالہ جاری رکھنے کے لئے دفتر سے رابطہ کریں۔

شائع کردہ : شعبۂ نشرواشاعت، دارالعلوم وقف دیوبند، سہارنپور (یوپی)

MONTHLY NIDA-E-DARUL ULOOM WAQF DEOBAND

SAHARANPUR (U.P.) INDIA PIN : 247554

Website: www.dud.edu.in / Email : nidaedarululoom@gmail.com

☆ مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ قانونی چارہ جوئی کا حق صرف مقامی عدالت کو ہوگا۔

اس شمارے میں

اداریہ

دستِ طلب بڑھاؤ کہ رمضان آ گیا	حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب	۳

بحث و تحقیق

حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ......	مولانا غلام نبی قاسمیؒ	۱۳

مقالات و مضامین

حضرت حکیم الاسلامؒ: چند یادیں...	حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتویؒ	۱۶
طلاق کے بارے میں سپریم کورٹ کے...	مولانا عتیق احمد بستوی	۱۹
کرپٹو کرنسی وعدہ جو پورا نہیں ہو سکا	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	۲۳
امام ابو حنیفہؒ کی وحدانیات: ایک جائزہ	مولانا عصمت اللہ نظامانی	۲۸
مساجد میں خواتین کے آنے کے شرعی احکام	مولانا امانت علی قاسمی	۳۳
فتنۂ ارتداد کی لہر اور ایمان کی حقیقت	مولانا محمد اسجد عقابی	۳۸
استقبالِ رمضان اور رسول اللہ کا طرزِ عمل	مولانا ڈاکٹر کمال اختر قاسمی	۴۲
حضرت مولانا حافظ محمد احمد نانوتویؒ	مولانا محمد معاذ لاہوری	۴۹
قرآن کریم کی طب سے متعلق آیات...	ڈاکٹر فہد انور	۵۳
ماہِ شعبان اور شب براءت	مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی	۵۹
نکاح مسیار کی شرعی حیثیت	محمود اختر کیفی	۶۷
علم کلام جدید	حکیم فخر الاسلام	۷۴

تعلیمی رپورٹ

سالانہ تعلیمی رپورٹ	حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ صاحب مسعودی	۷۶

خبرنامہ

احوال وکوائف	ادارہ	۸۷
اہم ہدایات	ادارہ	۹۴

ماہنامہ ”ندائے دارالعلوم“ دارالعلوم وقف کی ویب سائٹ پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ Website: www.dud.edu.in

نوٹ خریدار حضرات رسالہ سے متعلق ضروری معلومات کے لئے اوقاتِ دفتر ۸ تا ۲ بجے ہی رابطہ کریں۔ +91 8439512767, +91 8439412767

اداریہ

دست طلب بڑھاؤ کہ رمضان آگیا

حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہٗ ❖

دنیا کے کم و بیش ہر ایک خطہ و علاقہ میں بسنے والی تمام مہذب و متمدن اقوام و ملل میں تہذیبی روایات کے تحت آنے والے مہمان کے استقبال کو کسی نہ کسی نوعیت سے اہمیت اور خصوصیت حاصل ہوتی ہے جس کے نوع بہ نوع طریقے اپنی رنگارنگ تمدنی رسوم و دستور کے مطابق دنیا بھر میں رائج ہیں جو اخلاقیات کی تعلیم کے زمرے میں آتے ہیں لیکن بالعموم دیگر اقوام و ملل کی تعلیمات میں فرائض میزبانی اور مہمان کی توقیر اس کا اکرام اخلاقیات سے تو مربوط ملتے ہیں لیکن بظاہر مذہبیات سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا ہے، جبکہ اس کے برعکس اسلامی تہذیبی روایات کی اعلی اقدار کا منظر نامہ دینی تعلیمات و ہدایات پر انحصار کرتے ہوئے اپنی منفرد تعارفی شناخت رکھتا ہے اس میں آنے والے مہمان کے استقبال کے تعلق سے حسب حیثیت و گنجائش خاطر داری و مہمان نوازی تعظیم و تکریم اور از روئے تعلیمات دین و ہدایات اسلام مہمان کے حقوق ضیافت و مدارات کو بہ کمال اخلاص و خوشدلی اور بہ لحاظ سنت ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس اہم ترین ذمہ داری کی انجام دہی کے حوالے سے مستقل تفصیلی احکام سے واقفیت اسلام کی دینی و تہذیبی آراستگی کا جزو ہی نہیں بلکہ مستقل ایک باب کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ مہمان جس کا یہاں ذکر مقصود ہے وہ ہر سال ایک خاص وقت میں اور ایک خاص مدت کے لیے انحائے عالم کے ہر گوشے میں رہنے والے ایک سو چالیس کروڑ کلمہ گو افراد امت محمدیہ ﷺ کے ہر ایک دروازے پر بیک وقت دستک دیتا ہے، قاعدہ ہے کہ مہذب و متمدن مہمان آنے سے قبل دو اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے میزبان کو اپنی آمد سے مطلع کرتا ہے ایک یہ کہ میزبان کو ذہنی اور فکری اعتبار سے تیاری کے ساتھ اپنے روزمرہ کے معمولات میں تغیر و تبدل کرنے کا وقت مل جائے دوسرے یہ کہ مہمان ذی وقار کا

❖ مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

حسب شان میزبان اپنی حیثیت کے مطابق استقبال کرنے کے لیے ذہنی وفکری طور پر اپنے آپ کو مستعد کر سکے، کیونکہ بغیر کسی پیشگی علم وخبر کے مہمان کا ورود بسا اوقات ذہنی گراں باری کا سبب بن جاتا ہے کیوں کہ انسان ہمہ دم مختلف احوال سے گزر رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ کوئی عام مہمان نہیں ہے کہ بیک دم اچانک وارد ہوجاتا ہو بلکہ بڑا ہی ذی قدر و عالی مقام ہے جو اپنی عظمت، باوقار قدر و منزلت اور اپنی انتہائی شان وشوکت کا لحاظ رکھتے ہوئے دو ماہ قبل سے مختلف نوعیّتوں سے اپنی مبارک ومتبرک آمد کی اطلاعات فراہم کرنا شروع کردیتا ہے جس کے نتیجہ میں ذی عقل وذی فہم، باشعور و دوراندیش اور ذہین وپیش بیں افراد محسوس آثار واوصاف سے نہ صرف مہمان کی آمد و ورود کا پتہ لگا کر قبل از وقت پیشوائی کے لیے خود کو تیار کرنا شروع کردیتے ہیں بلکہ روز وشب کے عام معمولات کا جائزہ لے کر بغیر کسی دشواری کے بصد شوق واشتیاق اس میں پیشگی تبدیلی کا عمل بھی شروع کردیتے ہیں تا کہ مہمان کے مدت قیام میں کوئی داخلی یا خارجی مصروفیات اس کی خاطر ومدارات اور مہمان نوازی کے فرائض میں حائل نہ ہونے پائے، منجملہ اسباب میں ایک سبب فطری اور طبعی بھی ہے وہ یہ کہ انسان کے تخلیقی عناصر ترکیبی میں حرص وطمع کے عنصر کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے اس وصف کی مزاجی ومعنوی حقیقت اپنے اثر ونفوذ کے اعتبار سے متضاد ہونے کے سبب احوال وکیفیات کے منظر میں بیک وقت مذموم بھی ہے اور محمود بھی ہے اسی لیے اگر ایک طرف براہ فکر و دانش مادیت کے میدان میں وسیلۂ زندگی کے بجائے مقصد حیات قرار دیئے جانے کی صورت میں یہ عنصر طمع مذموم شمار ہوتا ہے تو دوسری طرف روحانی ومعنوی وسعتوں پر محیط کارگاہ عمل میں بطور نصب العین اختیار کیا جانا بارگاہِ رب میں اسی قدر محمود ومحبوب ہے، قول دانا ہے کہ دنیا میں دو قسم کے افراد کے وصف حرص وطمع کو کبھی قرار نصیب نہیں ہوتا ہے اس میں ایک مال ودولت کا حریص ہے کہ آج ہزار کی جستجو ہے تو کل لاکھ کی تمنا، کل لاکھ ہے پرسوں کروڑ کی آرزو ہر دم ہر پل اسی متاع بے ثبات کے تعاقب میں دیوانہ وار دوڑتا رہتا ہے، نہ حلال کی شناخت، نہ مال حرام سے فکر مند تا آنکہ اسے پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس مرحلے اور کس موڑ پر حتیٰ زرتم المقابر کا اختتامی لمحہ آپہونچتا ہے کیونکہ جب خواہشات انسان کے قدموں سے آگے نکل جاتی ہیں تو حرص وطمع کے بڑھتے قدم قبر پہ جا کر ہی دم لیتے ہیں۔ عُرفِ عام میں یہ انگوری نشہ ہے جو عقل کو صرف مادیات میں مقید کر کے رکھ دیتا ہے اسی کیفیت کو قرآن نے ''متاع الغرور'' دھوکے کی پونجی سے تعبیر کیا ہے، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دین اسلام کسب دولت کا مخالف ہے بلکہ صرف مقصد اور وسیلہ کا فرق ہے، بطور وسیلہ حصول دولت کی جد وجہد کو عائد شدہ فرائض میں ایک اہم فریضہ قرار دیا گیا ہے، کلام الٰہی سے بھی ثابت ہے، فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۱) پھر جب نماز

(۱) سورہ جمعہ، آیت: ۱۰

پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو، یہاں اللہ کے فضل سے معیشت کے استحکام کی جدوجہد مراد ہے۔ حدیث پاک کی تشریح بھی اسی حقیقت کی جانب مشیر ہے، **طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة،** (۱) فرائض کے بعد رزق حلال کی تلاش بھی لازمی فرض کا درجہ رکھتی ہے، ثابت ہوا دولت بقائے حیات کی ضروریات کے لیے محض ایک وسیلہ ہے، بالذات مقصد یا ہدف زندگی نہیں ہے چنانچہ دولت کو اسی کے اصل مقام پر رکھتے ہوئے ازروئے فرمان رسول ﷺ محض حوصلہ افزائی ہی نہیں کی گئی ہے بلکہ منجملہ فرائض میں ایک فرض قرار دیا گیا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ زندگی اور ضروریات زندگی کا تمثیلی نقشہ کشی اس پیرائے میں بیان فرماتے ہیں کہ زندگی مثل کشتی کے ہے تو ضروریاتِ زندگی کی مثال پانی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ کشتی جب تک پانی میں چلتی رہے گی سوار آسودۂ خاطر رہے گا اور جس دن پانی کشتی کے اندر آ گیا اسی وقت کشتی ڈوب جائے گی اور سوار بھی تباہ وبرباد ہوجائے گا، یہی حال دولت کا ہے جب تک ہاتھ میں معیشت کی کشتی چلتی رہے گی لیکن جس وقت اس نے ہاتھ سے نکل دل میں جگہ بنالی اسی دن سوار کو ڈبودے گی کیوں کہ جب تک ہاتھ میں رہی تو وسیلہ تھی اور جب دل میں بیٹھ گئی تو مقصد بن گئی۔ چنانچہ اگر متاع دنیا کو مقصد حیات قرار دے کر حد سے زیادہ اس کا تعاقب کیا جائے گا تو ایسے موقع پر یہ وصف حرص لائق مذمت بن جاتا ہے، دوسرا وہ شخص ہے جس کو ہمہ دم اضافۂ علم وآگہی کی طلب بے چین ومضطرب رکھتی ہے، ہر پل طبیعت پر حصول علم ومعرفت کا غلبہ اس کے جذبۂ حرص وطمع کو متحرک رکھتا ہے، سو مسائل کی تحقیق ابھی مکمل نہیں ہونے پائی تھی کہ اگلے ہزار مسائل کی حقیقت تک رسائی کی جستجو نے اس کی آتش شوق کو مزید بھڑکا دیا، وہ انگوری نشہ تھا تو یہ کوثری نشہ ہے اگرچہ اس کی جہود مساعی بھی کشاں کشاں "**حتی زرتم المقابر**" کے خاتمۂ عمل پر تمام ہوتی ہے لیکن اول الذکر سے اس فرق کے ساتھ کہ اس کا یہ وصف حرص وطمع دنیا میں بھی اور بارگاہ رب میں بھی بہ ہر دو مقامات پر محمود ومحبوب شمار ہوتا ہے، چنانچہ یہ آنے والا مہمان اپنے رب ذوالکرم کی طرف سے جس باعظمت وشان کے بے شمار تحائف کی نوید وخوش خبریوں کے ساتھ وارد ونازل ہوتا ہے اس سوغاتِ ربانی کو زیادہ سے زیادہ حاصل کیے جانے کی حرص وطمع افضل بھی ہے محمود بھی ہے محبوب بھی ہے اور مطلوب بھی ہے جو بارگاہ رب میں بھی مقبول ہے اور راست فکر خلق خدا کے درمیان بھی بنگاہ پسندیدگی دیکھی جاتی ہے، یہ مہمان جس قدر مدہش عقل اور تعجب انگیز ہے اس سے کہیں زیادہ حیرت میں ڈال دینے والا اس کا جلوہ فگن وصف عطاء ہے جو ذات حق جل مجدہ کے حکم خاص پر غیر معمولی سوغات وہدایا کے ساتھ رحمت، مغفرت اور نجات ابدی کی بشارتیں لے کر بے مثل وبے نظیر انعامات، بخشش وسلامتی، شفقت وعنایات، جود وکرم، درود وسلام،

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، حدیث نمبر: ۲۷۸۱

دائمی فلاح و بہبود کے اکسیری نسخہ ہائے شفائے لازوال، حق تعالیٰ کے خصوصی لطف و التفات کے مژدۂ جانفزا کے ساتھ دبے پاؤں ہمارے گھروں داخل ہوتا ہے، لہٰذا جو ذہنی وفکری اور عملی و قلبی طور پر اس کا پُرجوش استقبال اور والہانہ خیر مقدم کرتے ہوئے صدق دل سے رب کریم کی شہادت و گواہی کے ساتھ اس کے ہر حکم کو بروقت بہ تمام و کمال بجالانے کا نہ صرف زبانی وعدہ کرتے ہیں بلکہ اس کی تمام تر مدت قیام میں اپنے اعمال سے افعال سے اقوال سے اپنی صدق و وفا کے معنوی ثبوت بہ کمال اخلاص ایفائے عہد کو نبھانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو یہ فیاض و کریم مہمان سخاوت اور داد و دہش کے ابر گُہر بار برسا کر اگلے سال دوبارہ آنے کا وعدہ کرکے اسی طرح دبے پاؤں خاموشی کے ساتھ رخصت ہوجاتا ہے جس طرح آیا تھا، اس ذی قدر و ذی وقار اور صاحبِ صد احترام مہمان کا نام رمضان کریم ہے اور کریم اس مہمان کی ایک ایسی صفت لازم ہے کہ جس نے اس کو جان لیا پہچان لیا اور بہ تمام و کمال اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اس کی معرفت و ماہیت تک رسائی پا کر اس کا پُرجوش اور والہانہ عقیدت و احترام و ایفائے عہد کے عزم مصمم کے ساتھ نہ صرف خیر مقدم ہی کیا بلکہ اس مہمان کے مدت قیام کے ایک ایک لمحہ و لحظہ کا حق ادا کرنے میں کسی کوتاہی کو غفلت کو سستی کو اور کسی بھی قسم کی اہم سے اہم تر مصروفیات کو درمیان میں حائل نہیں ہونے دیا اس پر تو صرف وہ اپنی بے حساب نعمتیں ہی نہیں برساتا بلکہ دوامی اوصاف رکھنے والے انتہائی بیش بہا تحفے اس پر نثار و نچھاور کرتا ہے، اس پر مستزاد کرم بالائے کرم یہ کہ اپنی لازوال کریمی صفات کے تحت جس نے تن آسانی، سستی اور غفلت کے ساتھ بھی اس کا رسمی سا استقبال کیا تو یہ پیکر جود و سخا مہمان اس کو بھی نامراد نہیں رہنے دیتا ہے بلکہ رحمت و کرم کے دو چار چھینٹیں ہی سہی اس پر بھی چھڑک جاتا ہے اسی لیے اس میخانے کا محروم بھی محروم نہیں کہلاتا ہے اور بھی کچھ نہیں تو کم از کم اس ایک ماہ کی مدت میں ایسے شخص کا دل بھی کسی نہ کسی حد تک تو نرم ہو ہی جاتا ہے اگرچہ عمل سے دوری ہے لیکن کم سے کم قلب و ذہن کی سطح پر معمولی درجہ میں ہی سہی اپنے گناہ و غفلت کا احساس تو بیدار رہتا ہے، روزے کا اہتمام نہ سہی لیکن روزے دار کا احترام تو کسی حد تک دل میں جاگزیں رہتا ہے، تراویح کی طرف توجہ اور التفات نہ سہی مگر مسجد کے سامنے سے گذرتے ہوئے شرمندگی و محرومی کا احساس کی ہلکی سی ہی سہی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی وقت تو دل کے دروازے پر دستک دے کر نفس کو مطعون کرتے ہوئے سوئے ہوئے ضمیر اور ایمانی غیرت کو جگانے کی کوشش تو کرتی ہی ہوگی، باقی رہی توفیق رب تو وہ کب کس کو اپنی رحمت کے گھیرے میں لے لے یہ مشیئت رب کا راز غیب ہے، البتہ بظاہر اسباب تیسری ایک قسم اُن کم نصیب لوگوں کی بھی ہے جن کے دل کی رمق ایمان چوطرفہ مادیات کی ظلمتوں میں ہمہ دم گِھرے رہنے کے سبب اتنی سیاہ اور تاریک و مدھم ہوچکی ہو کہ ان کے نزدیک جذبہ و احساس و شعور کی بیداری تو کجا کسی بھی درجہ میں اس مہمان کے ظاہری احترام کا تصور بھی فکر و نظر اور خیال و

تصور سے بھی بعید تر ہوجاتا ہے تو ایسے بد بخت و بدنصیب لوگ اگر چہ شکل وصورت، جسم وجاں اور عادات و اطوار کے لحاظ سے بھلے ہی انسانوں جیسے نظر آتے ہوں لیکن انسان اور انسانیت کے اعلیٰ اور امتیازی اوصاف کے تناظر میں از روئے کلام الٰہی ایسے مغفل لوگ تو آدمیت کے زمرے سے ہی خارج ہیں، جس کے لیے قرآن کریم نے صریح تعبیر اختیار کی ہے: وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ. (۱) (ترجمہ) اور ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور آدمی پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں، اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں، اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں، وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔

مگر ذات حق جل مجدہ کی باران رحمت وفضل کب، کس وقت اور کس کو سیراب کر جائے وہ ہماری فکر وسوچ اور مسئولیت وجواب دہی سے بہت بالاتر بات ہے۔

فطرت انسانی کا مسلمہ اصول اور قاعدہ وضابطہ ہے کہ کسی محبوب ترین شخصیت کے آنے کی خبر عام طور پر دل میں گداز انگیز خوشگوار احساس کو جنم دیتی ہے حلاوت ایمانی کا ذائقہ شناس گھر کا ہر فرد قبل از وقت اپنے اپنے حصے کی ذمہ داریاں اپنی طاقت وامکان کے بقدر خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرنے میں پُرجوش ہوجاتا ہے اور گھر بھر میں اس کے استقبال کی تیاریاں بھی بڑے پیمانے پر کی جاتی ہیں، اب یہ الگ بات ہے کہ وہ آنے والا کون ہے اور اس کی تیاریاں کیسے کی جائیں، فی الوقت کیونکہ ہم رمضان المبارک کی بات کررہے ہیں اور اس کی آمد نہ صرف ایک مسلمان کے لیے بلکہ امت مسلمہ کے علاوہ دنیا کے ہر ایک راست فکر فرد کے لیے بھی رحمت عام کے تناظر میں برکتوں کا استعارہ ہے جس کی مشاہد گواہی یہ ہے کہ اگرچہ کسی کا تعلق دنیا کے کسی بھی مذہب سے کیوں نہ ہو آمد رمضان کی خبر عالمی پیمانے پر بھی خیر وبرکت والی خبر ہوا کرتی ہے جس کا مختلف سطح پر متنوع انداز اور طور وطریق پر کیا جانے والا اہتمام اس حقیقت پر دلیل کی حیثیت رکھتا ہے اور بہ لحاظ آثار معنوی منجملہ عمومی رحمت کے اس کا ایک سبب غیبی یہ بھی ہے کہ ماہ مقدس رمضان کریم نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، اس کے علاوہ بھی اقصائے دنیا تک بسنے والے امت محمدیؐ کے افراد کی غالب اکثریت تقویٰ و پرہیز گاری، ہمدردی وغمگساری، محبت والفت، خیر خواہی، خدمتِ خلق، راہ خدا میں استقامت، جذبۂ حمیت، جذبۂ اتحاد، سخاوت وفیاضی، ذات حق جل مجدہ کی حکمت ومشیئت کے زیر اثر اس کے حبیب پاک محسن انسانیت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے ملی زریں تعلیمات و ہدایات سے سرشار ہوکر اپنے قلب و ذہن اور فکر ونظر کو ہمہ دم ہمہ وقت اور ہمہ جہت تقویت بہم پہونچانے میں مصروف عمل رہتی

(۱) سورہ اعراف، آیت ۱۷۹

ہے، جس طرح ایک گھر میں کسی ایک انسان کا انفرادی عمل خواہ عمل خیر ہو یا بد وہ معنوی طور پر اس کے دست نگر افراد خانہ کو کسی نہ کسی نوعیت سے متأثر ضرور کرتا ہے۔ یہ ہی اصول اجتماعیت پر بھی نافذ ہے۔ ایک قوم کے اعمال دوسری قوم کے افراد پر کسی نہ کسی حیثیت میں اثر اندازی کی صلاحیت سے خالی نہیں ہوتے ہیں۔ لہٰذا فکر کے اس راست زاویہ کے نقطۂ نظر سے بھی یہ ہماری دینی اور اسلامی مسئولیت و ذمہ داری کا اہم ترین حصہ ہے کہ ہمیں استقبال رمضان کے لیے اپنے اندر مثبت اور خوشگوار تبدیلیوں کے ساتھ ان صفات و حسنات کو پیدا کرنے کی تیاری کرنی چاہیے جن مطلوبہ صفات کی طرف یہ ماہِ صیام ہماری توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے جو اس ماہ مقدس کا حق ہے، تقاضہ ہے، مطالبہ ہے، اس ماہ مبارک کے منجملہ امتیازی اوصاف میں ایک اہم ترین اور کلیدی وصف یہ بھی ہے کہ روزہ خدا اور انسان کے درمیان عباداتی محاسن کو محیط رابطہ کا احاطہ کرتا ہے جس سے بجز ذات حق جل مجدہ کے دوسرا کوئی بھی آگاہ نہیں ہوسکتا، از روئے حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام **لیس فی الصوم ریاء** روزے میں دکھاوا نہیں ہے، کیونکہ سوائے روزے کے تمام عباداتی اعمال حرکات جسمانی کے ساتھ مختص ہیں البتہ روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جو صرف نیت کے ساتھ مخصوص ہے اور لوگوں سے مخفی ہے، حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جن کا شمار اپنے دور کے عظیم محدثین میں ہوتا ہے وہ مذکورہ حدیث میں ''فی الصوم'' کی تفسیر بایں طور فرماتے ہیں کہ روزہ دراصل صبر کا ہی ایک عنوان ہے اور روزے میں انسان خورد و نوش و شہوات ولذات سے بہ گواہی حق جل مجدہٗ صبر و اجتناب کرتا ہے جس پر اجر عظیم کی دلیل کلام الٰہی سے ثابت ہے، **اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ** (۱) صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا، چنانچہ روزے کے اسی وصف خاص کے تحت حق تعالیٰ شانہ کی ذات اقدس کے علاوہ کوئی اور اس کا حق جزاء ادا ہی نہیں کرسکتا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دوسری عبادات صلوٰۃ وزکوٰۃ حج وعمرہ وغیرہ کا اجر کہیں اور سے ملتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر عبادت کے معنوی پہلو کے ساتھ اس کی ظاہری صورت بھی دیکھنے والوں پر عیاں اور نمایاں ہوتی ہے، علی سبیل المثال اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے رکوع وسجود اور قیام وقعدہ کی ظاہری حرکات وسکنات اس طرح سب پر فاش وآشکار ہیں جس سے ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ آدمی نماز پڑھ رہا ہے یہی حال دیگر عبادات کا بھی ہے لیکن روزہ ایک ایسی واحد عبادت ہے جس کا کوئی ظاہری پہلو نہیں ہے صرف وہی ذات برحق ہے جو قلب کی اندرونی کیفیت پر مطلع ہے کیونکہ بظاہر احوال کسی دیکھنے والی آنکھ کے لیے روزہ دار یا غیر روزہ دار ہونے کی کیفیت کے درمیان فرق کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے جس کا حاصل یہ ہے روزے دار نے روزہ صرف اس ذات وحدہٗ لاشریک کی رضا حاصل کرنے کی خاطر رکھا جو قلب میں موجزن کیفیات اور پردۂ چشم میں

---

(۱) سورہ زمر، آیت: ۱۰

پوشیدہ راز ہائے سربستہ کے ایک ایک جزو سے واقف و آشنا ہے چنانچہ اس صورتحال کا منطقی تقاضہ بھی یہی ہے کہ روزے کی تحریک عمل پر مرتب ہونے والے اجر و ثمرات ذات حق جل مجدہ کے خزانۂ غیب میں روز محشر کے لیے محفوظ کردیئے گئے ہیں۔

عباداتی محاسن کے علاوہ روزے کی اور بھی گوناگوں جہات ہیں اس میں مادی و روحانی جہت بھی ہیں اور طبی و معاشرتی پہلو بھی ہیں، جو روزے کے ذریعہ وجود انسانی میں پیدا ہوتے ہیں، روزہ رکھنا اگرچہ ظاہراً سختی و پابندی ہے لیکن انجام کار انسان کے لئے راحت و آسائش اور آرام و سلامتی کا باعث ہے، طبی کارزار عمل کے ماہرین فن کے نقطۂ نظر سے اس کا ایک مادی رُخ یہ بھی ہے کہ سال بھر کی لذت کام و دہن کی مشقت انسان کے نظام جسمانی کو غیر معتدل کردیتی ہے بڑھتی عمر کے ساتھ قدم بہ قدم جس کے آثار و اثرات بدن کے ظاہر و باطن میں تدریجی انداز پر مرتب ہونے کے ساتھ شروع ہوجاتے ہیں اور ابتداء میں غیر محسوس یا عموماً ناقابل التفات ہوتے ہیں لیکن گذرتے وقت کے ساتھ بالآخر مختلف چھوٹے بڑے امراض میں ڈھل کر بسا اوقات مہلک صورت اختیار کرتے ہوئے بڑے دور رس اور تشویش انگیز نتائج کا سبب بن جاتے ہیں بخلاف اس کے سال میں کم از کم ایک ماہ التزاماً خاص نظام اعتدال کے ساتھ معتدل سادہ اور صحت افزا غذا کا اہتمام جسم کے ہمہ جہت نظام عمل پر خوشگوار آثار باقی رہنے کے لیے دیر تک ضامن ثابت ہوتا ہے جس کا اجتماعی موقع مکمل دینی منفعت کے ساتھ یہی ماہ مبارک ہے جو ہماری قوت امید کو بہتر مدد فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ میڈیکل سائنس کی جدید تحقیق و ریسرچ کی روشنی میں روزہ بہت سی بیماریوں کے علاج کے لئے معجزانہ اثر کا حامل عمل ہے منجملہ اس میں ایک یہ بھی ہے کہ روزے سے انسانی معدے کو ایک نمایاں آرام ملتا ہے اور اس فعال ترین مشینری یعنی معدے کو دیر تک فعال رکھنے اور راحت و آرام بہم پہونچائے جانے کی ضرورت و اہمیت کو ایک ناقابل انکار حقیقت کی حیثیت حاصل ہے، اسلامی حِکم و مصالح کی رو سے بھی روزہ دار کے پیش نظر اس مصلحت آمیز حکمت کا رہنا بھی یقینی فائدے سے خالی نہیں ہے کہ وہ سحر و افطار کے کھانے میں اس قدر غیر معمولی افراط و اضافہ سے کام نہ لے جس سے کہ از روئے طب روزے کا یہ نتیجہ خیز پہلو تشنہ رہ جائے اور روزے کی ہمہ جہت منفعت میں کمی واقع ہونے کی صورت میں مطلوبہ طبی نتیجہ کو حاصل نہ کیا جاسکے، البتہ یہ دوسری بات ہے کہ عام طور پر اس اصولِ زریں اور عمومی تعامل میں کسی قسم کا متوازن ربط کہیں نہیں نظر آتا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے اصول کی افادیت متاثر نہیں ہوتی ہے۔

اس ماہ مقدس میں بارگاہ رب سے بے پایاں نزول رحمت و برکات کے آثار و اثرات کے واضح نقوش قلوب و اذہان اور مقام و مکان تک ہر جگہ محسوس کیے جاسکتے ہیں ہر سطح پر لوگوں کے دلوں کی متغیر کیفیات کا ظہور جذبۂ داد و دہش کی فراوانی، غریب پروری اور عام ہمدردی کی صورت میں ہر ایک طبیعت پر حاوی و طاری

رہتا ہے جس کے منفعت بخش مؤثرات سماج کے ہر طبقے تک پہونچتے ہیں جو رمضان کریم کی روحانی و معاشرتی جہت کا بے حد خوشنما پہلو ہے اسی پس منظر میں ترغیب کے نقطۂ نظر سے اس ماہ مقدس کے فضائل وعظمت پر مشتمل بہت سی احادیث مبارکہ کی روایات مستقل باب الصیام کے زیر عنوان صحاح ستہ اور دیگر احادیث میں درج ہیں جس میں کہیں حق تعالیٰ کی جوش رحمت میں اس کی شان رحیمی کے مطابق غیر معمولی اضافے کا ذکر ہے تو کہیں گناہوں کی معافی کا تذکرہ، کہیں سلسلۂ کلام کے تسلسل میں روزے کے فضائل بیان کرتے ہوئے **لکل شئی زکوٰۃ و زکوٰۃ الجسد الصوم**، (۱)(کہ ہر شئی کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے) کا ترغیبی عنوان اختیار کیا جا رہا ہے تو کہیں عشرۂ اول کو رحمت، عشرۂ دوم کو مغفرت اور عشرۂ سوم کو جہنم سے نجات کا مسرت خیز اور ولولہ انگیز شگون نیک قرار دیتے ہوئے مومنین کے قلوب کو آسودۂ خاطری وطمانینت ذہنی سے سیراب کیا جا رہا ہے، کہیں حصول خیر کے ضمن میں کثرت تلاوت کلام اللہ، نوافل کی زیادتی، تسبیح وتہلیل، درود، اوراد کی تکثیر وممارست اور مائل بہ افزوں جذبات خیر کے تسلسل میں خیرات وصدقات کے فضائل تشویق وتحریک کے پیرائے میں بیان ہورہے ہیں تو کہیں اندیشۂ خوف وخطر اور تذکرۂ خشیئت رب کے ذیل میں ترک معاصی کا چرچا ہے کہ کذب وغیبت، غصہ وحسد، لغو گوئی وچغل خوری، فسق وفجور، بلا عذر ترک صوم پر وعید جیسے حق تعالیٰ کے قہر وغضب اور ناراضگی کو آواز دینے والے ممنوع اعمال وافعال کے حوالے سے خاص التزامی انداز میں اجتناب برتنے کا سرزنشی پیرائے میں بیان ہے تو کہیں ہزار راتوں سے زیادہ فضیلت والی شب قدر کا ایمان افروز تذکرہ ہے، کہیں انسان کی فکری وسعتوں سے کہیں زیادہ وسیع تر بذیل انعامات ماہ صیام کے آخری عشرہ میں ہمہ جہت عبادات میں اپنی تمام تر امکانی قوتیں صرف کیے جانے کے فضائل ومناقب اور برکات وکمالات کے پُر جوش بیانات ہیں تو کہیں شب قدر کو طاق راتوں میں تلاش کیے جانے کو محوری حیثیت قرار دیتے ہوئے دعاؤں کا خصوصی اہتمام اور بالخاص ''**اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی**'' کے کثرت کے ساتھ وِرد کی فضیلت کا بیان ہے، کہیں تمام عبادات کے تعلق سے اعتماد قبولیت کی اساس پر ایمان کو حق الیقین کی بلندیوں سے ہمکنار کردینے والے منصوص مناقب، روزہ کی قدر و قیمت اور اس کا ناقابلِ تصور اجر وصلہ کے تعلق سے فرمانِ نبوت ﷺ کے یہ عظیم الفاظ: **کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الیٰ سبع مأۃ ضعف.** (۲) کہ ابن آدم کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے حوصلہ افزا کلماتِ نبوی ﷺ روزہ دار کے شوق وطلب میں ہزاروں گنا اضافات کا سبب بن رہے ہیں، بہر حال ازروئے فرمان الٰہی روز روشن کی طرح یہ حقیقت آشکارو عیاں ہے کہ حق تعالیٰ جل مجدہ

(۱) ابن ماجہ شریف، حدیث ۱۷۴۵ (۲) مسلم شریف، حدیث: ۱۱۵۱، کتاب الصوم، باب فضل الصیام

ہمارے لیے آسانیاں چاہتے ہیں نہ کہ تکلیف وتنگی اور دشواری، ہماری تمام تر قوتیں بھی کیونکہ اسی خالقِ کل کی خلق کردہ ہیں ان کی حدود وقیود بھی اسی قادر مطلق کی جانب سے معین ہیں اسی لئے اس نے اپنے انتہائی فضل ورحم سے ہمیں کسی بھی ایسی عبادت کا مکلّف اور پابند نہیں کیا جو ہماری قوت برداشت کے دائرے سے باہر ہو یا دین سے لے کر دنیا تک اس کی توضیحات وتشریحات عقل و دانش کی سطح پر کسی نہ کسی منفعت سے مربوط نہ ہو، :ذٰلکم خیر لکم إن کنتم تعلمون (۱)

حاصل نتیجہ کے طور پر بحالت روزہ جو اثرات روزہ دار پر مرتب ہوتے ہیں منجملہ ان میں سے ایک اہم ترین اخلاقی وتربیتی پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ روزہ نہ صرف یہ کہ روح انسانی کی غذا ہی ہے بلکہ اس امر رب کو مزید تر لطافت کی تازہ ترین معنوی وروحانی قوت بہم پہونچانے کا ایک عظیم تر اور کارگر وسیلہ بھی ہے، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دنیا کے کارگاہ عمل میں نیت کی بجا آوری اور قصد وارادے کے مابین درکار تقویت کا یقینی حصول اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول (۲) کے التزام سے مربوط ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی ایک تجرباتی صداقت ہے کہ قصد وعزم، کوشش واقدام اور نیت وعمل کو متوازن انداز میں قوی تر کرنے اور مزاج انسانی کو معتدل رکھنے میں روزے کو کلیدی اہمیت حاصل ہوتی ہے اس میں دوسری متعدد وجوہات کے ساتھ ایک سبب روزہ دار کا حالت روزہ میں ہونا بھی ہے کیونکہ تمام تر آب وغذا اور آسائش خورد ونوش کی سہل الحصول دستیابی کے باوجود بتوفیق حق جل مجدہ اپنے ارادے اور نیت کی قوت کے سبب اس کے قریب تک جانا بھی جرم سمجھتا ہے، اسی طرح وہ ہر قسم کے شہوات ولذات پر مکمل قدرت ودسترس رکھنے کے باوجود ان سے دوری واجتناب اختیار کرنا دراصل عملی طور یہ ثابت کردینے کے لیے کافی ہے کہ روزے دار انسان بحالت روزہ اپنے رب کریم کی توفیق سے جانوروں کی طرح کسی چراگاہ کی قید میں نہیں ہے بلکہ اس کے سرکش نفس کی لگام اس کے قبضے اور اختیار میں ہے اور ہوس وخواہشات نفسانی اس کے مکمل کنٹرول میں ہیں، درحقیقت روزے کا سب سے بڑا فلسفہ یہی روحانی ومعنوی اثر ہے کہ انسان جس کے قبضے میں انواع واقسام کے ماکولات ومشروبات ہوتے ہیں، جب اور جس وقت اس کو خواہش واشتہاء محسوس ہوتی ہے تو فوراً ان کے پیچھے دوڑ نکلتا ہے، لیکن یہی روزہ وقتی پابندی کے ذریعے انسان میں قوت مدافعت اور قوت ارادی پیدا کرتا ہے اور اس انسان کو سخت سے سخت حوادث کے مقابلے کی طاقت بخشتا ہے، غرض کہ روزہ انسان کو حیوانیت سے بلند کرکے ملکوتی صفوں میں لاکر کھڑا کردیتا ہے جو انسان کی اس فطری ماہیت کا عکاس ہے کہ ذات حق جل مجدہ نے اس کو کائنات میں شرف وتفوق، عظمت وبرتری اور مخلوقات سمیت تمام اشیائے کائنات پر تسخیری قوتوں کے ساتھ قصد وارادہ کو مضبوط کرنے اور قوی تر رکھنے کی بہترین اختیاری صلاحیتوں سے سرفراز

(۱) سورہ جمعہ، آیت: ۹ (۲) سورہ نساء: آیت ۵۹

فرمایا ہے اگر وہ چاہے اور ارادہ کرلے تو رمضان کریم کے سنہرے عرصۂ عظیم کے درمیان حاصل ہونے والی روحانی قوت وتربیت کو سال کے ۳۶۵ ردن اپنے ارادے کی قوت سے جاری رکھنے کی صلاحیت واستعداد رکھتا ہے۔

ماہ مبارک رمضان آسمانی کتب کے نزول اور تعلیم وتدریس کا بھی مہینہ ہے، اس ماہ اقدس میں روزے دار کا ذہن اللہ کی یاد میں، قلوب بر وتقویٰ میں اور مجموعی قوتیں حصول خیر کی جانب مائل رہتی ہیں، اسی لئے روح انسانی کی تربیت کے لئے یہ مقدس مہینہ عطیۂ خداوندی کے طور پر ایک نادر ترین موقع فراہم کرتا ہے، جس میں سانسیں تسبیح کی مانند ہوتی ہیں اور تسلسل اعمال کے ذیل میں کسل مندانہ آثار کے بعد نیند تک بھی عبادت میں شمار ہوتی ہے، اس کے علاوہ بہ نیت خالص لوجہ اللہ انجام دیئے جانے والے اعمال وافعال قبولیت کی منازل طے کرتے ہیں اور دعائیں مستجاب ومقبول ہوجاتی ہیں، نبی آخرالزماں جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ماہ مبارک رمضان کی فضائل وبرکات کے حوالے سے اپنے خطبہ میں کہا ہے کہ اے لوگو! یہ مہینہ تمام مہینوں سے بہتر ہے، اس کے دن دوسرے ایام سے بہتر، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں تمہیں خدا نے مہمان بننے کی دعوت دی ہے اور تمہیں ان لوگوں میں سے قرار دیا گیا ہے جو خدا کے اکرام واحترام کے زیر نظر ہیں، اس میں تمہاری سانسیں تسبیح کی مانند ہیں، تمہاری بیدار قلب نیند عبادت ہے اور تمہارے اعمال ودعائیں مستجاب ہیں، لہٰذا خالص نیتوں اور پاک دلوں کے ساتھ خدا سے دعائیں مانگو، تاکہ وہ تمہیں روزہ رکھنے اور تلاوت قرآن کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کیونکہ بدبخت وبدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینے میں خدا کی بخشش سے محروم رہ جائے، اپنے فقراء ومساکین پر احسان کرو، اپنے بڑے بوڑھوں کا احترام کرو، اور چھوٹوں پر مہربان ہو جاو، رشتہ داروں کے روابط کو جوڑ دو، اپنی زبانیں گناہوں سے پاک رکھو، اپنی آنکھیں ان چیزوں کو دیکھنے سے باز رکھو، جن کا دیکھنا حلال نہیں، اپنے کانوں کو ان چیزوں کے سننے سے روکو جن کا سننا حرام ہے اپنے قدموں کو ان جگھوں پر جانے سے قابو میں رکھو جہاں پر جانا خدا کی ناراضگی کا موجب اور احترام رمضان کے خلاف ہے اور لوگوں کے یتیموں سے شفقت ومہربانی سے پیش آو، تاکہ وہ بھی تمہارے یتیموں سے یہی سلوک کریں۔ اے رب کریم ہمیں ایسا ہی بن جانے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین یارب العالمین

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

بحث و تحقیق

قسط نمبر:۷۶

حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ

کے علوم وافکار کی تشریح وترجمانی ''تقریر دلپذیر'' کی روشنی میں

مولانا غلام نبی قاسمیؒ ❖

اہل علم جانتے ہیں کہ حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ کی دینی بصیرت اور فرق ضالہ باطلہ کی تردید میں مضبوط عقلی دلائل آپ کا ایک ایسا امتیاز ہے کہ جو حجۃ الاسلام امام غزالیؒ اور حجۃ اللہ فی الارض شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بعد حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ کے حصہ میں آیا، حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند نے بتوفیق ایزدی حضرت نانوتویؒ کی جملہ تصانیف کی تشریح وتسہیل کا عزم کیا ہے۔

افادۂ قارئین کے لیے آغاز حضرت قدس سرہٗ کی مشہور تصنیف ''**تقریر دلپذیر**'' سے کیا جارہا ہے، امید ہے کہ یہ سلسلہ اہل علم کو پسند آئے گا۔

محمد شکیب قاسمی
ڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی

تیسرا مغالطہ ابطالِ لاتناہی کا سنیے! اگر کوئی بُعد ، یا ذوبُعد غیر متناہی ہوتو، اس میں ایک خط، یا سطح غیر متناہی فرض کرکے اس کے برابر ایک اور خط محدود ومتناہی الطرفین، خط وسطح غیر متناہی کی نسبت متوازی فرض کیجیے پھر خطِ محدود کے ایک جانب کو مرکز بنا کر دوسری طرف سے بُعدِ غیر متناہی کی طرف کو چکر دیں، تو ذرا سے جھکنے میں اس کی توازی جاتی رہے گی۔ اور ادھر کو جھکتے ہی بے شک خط متحرک کا چکر کی طرف کا نقطہ خط غیر متناہی کے کسی کسی نقطے کی سیدھ میں آجائے گا۔ اور اسی نقطے پر دونوں خط، تقاطع کرسکیں گے۔ مگر جس نقطے پر خطِ محدود کا آمنا سامنا ہوگا، اس سے پہلے جس قدر نقطے ہوں گے، اس سے پہلے ان سب سے آمنا سامنا ضرور ہے۔ مگر چوں کہ اس طرف لاتناہی ہے، تو یوں کہو غیر متناہی نقاط سے زمانۂ قلیل میں آگے پیچھے تقابل حاصل ہوا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ اس قدر زمانہ قلیل میں۔ جو خط مذکور کے ادنی سے میلان میں صرف ہوا۔ نقطۂ تقاطع نے مسافت غیر متناہیہ کو قطع کرلیا۔ اور ظاہر ہے کہ زمانۂ متناہی میں کتنا ہی دراز زمانہ کیوں نہ ہو، مسافت غیر متناہیہ منقطع نہیں ہوسکتی، چہ جائے کہ اس قدر قلیل المقدار زمانے میں کہ گویا کہنے کو ایک آن ہی تھی، اس قدر مسافت طے کی جائے؟

اور وجہ اس دلیل کی از قسمِ مغالطہ ہونے کی یہ ہے کہ حرکت اور مسافت اور زمانہ باہم منطبق ہوتے ہیں۔ جہاں جہاں حرکت ہوگی، وہاں وہاں مسافت بھی ہوگی اور زمانہ بھی ہوگی۔ مگر صورت انطباق حرکت

❖ سابق استاذ حدیث دارالعلوم وقف دیوبند

ومسافت تو یہ ہے کہ اگر کوئی جسم کبیر وصغیر حرکت کرتا ہے، تو اس کا ہر ہر جزو متحرک ہوتا ہے۔اس لئے ہر ہر جزو کے لئے ایک جدی مسافت، یعنی اس کے مطابق ایک جدا ہی بُعد بھی ہوتا ہے۔سوایسے ہی ہر ہر جزو کی حرکت کے لئے ایک جدا ہی زمانہ درکار ہوگا، جس سے سوائے جانبِ ماضی وجانبِ مستقبل۔ جو بمنزلہ مشرق ومغرب ہے، یایوں کہو طول کی دوطرفین ہیں- اور طرف بھی زمانہ میں انقسام نکلے گا۔یہی نہیں کہ مثل زمانہ ایک طول ہی طول ہے، اس میں اور کچھ نہیں۔(۱)

---

(۱)عقل کسی شئی کوخواہ کتنا ہی چھوٹا تصور کرے یا کتنا ہی بڑا تصور کرے عقل کے تصور کرنے سے حقیقت میں کوئی چیز چھوٹی بڑی نہیں ہوتی۔ کیونکہ عقل کا کام کسی چیز کوایجاد کرنا نہیں ہوتا بلکہ کسی موجود کی خبر دینا ہوتا ہے۔اور تصور چونکہ شکل کا کیا جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ پہلے شکل کی تعریف کی جائے سوشکل حقیقت میں ''حاصلِ تحدید'' کا نام ہے جیسے کوئی چیز خط، سطح ، مثلث، مربع ، مخمس کے درمیان جو چیز ہوتی ہے وہ محدود ہوتی ہے اور محدود ہونے سے ایک شکل بنتی ہے، خواہ وہ مدوّر(گول)ہو یا مثلث یا مربع ، یا مسطح۔اب ایک اور بات سنیے۔وہ یہ کہ تحدید ذواشکال (شکل رکھنے والی چیزوں) کی تو ہوسکتی ہے مگراشکال کی تحدید نہیں ہوسکتی۔کیونکہ ذواشکال کمیات میں سے ہوتے ہیں اوراشکال کیفیات میں سے، اور سب جانتے ہیں کہ کمیات کی تحدید تو ممکن ہے مگر کیفیات کی کوئی حد متعین نہیں کی جاسکتی۔ذواشکال چونکہ اجسام ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ جسم کی تعریف بھی ہوجائے۔چنانچہ وہ اجزاء غیر منقسمہ جوکسی قدر بعد میں مجتمع ہوں ان کا نام ''جسم'' ہے۔ جسم کے اندر جواجزاء کا اتصال اور وجود ہوتا ہے وہ بعدِ مجرد کا نتیجہ ہوتا ہے اور افتراق اجزاء جو بوقت تقسیم ہوتا ہے وہ اجزاء غیر منقسمہ کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ جسم کے اندر اجزاء کا باہم متصل ہونا یہ جسم کا وصفِ ذاتی ہے اور اجزاء غیر منقسمہ اجسام کے لئے مستعار ہوتے ہیں۔اسی لئے جسم کی متعدد بار تقسیم جیسے مثلث، مربع، مسطح، مدور ہونا سب سی اتصالِ بُعدی تک رہتے ہیں۔خود اجزاء غیر منقسمہ تک نہیں پہونچتے۔جیسی پانی کی حرارت جو آگ کا فیض ہوتی ہے مرتبۂ ذات تک نہیں پہونچتی۔اسی لئے گرم پانی آگ بجھانے میں، ٹھنڈے پانی سے کچھ کم نہیں ہوتا۔اگر پانی کی حرارت مرتبۂ ذات تک پہونچ جاتی تو پھراس سے آگ بجھانے کے معنی یہ ہوتے کہ حرارت سے حرارت کا زوال ہوا۔اس لئے کہ آگ کے بجھنے میں آگ کی حرارت ہی جاتی ہے، آگ کی اصل جسمیت نہیں جاتی۔اور اگر زوال حرارت کا سبب پانی کا سیال اور متحرک ہونا ہوتا تو پھر آگ اور ہوا میں یہ سیلان نہ ہوا کرتا، آگ کے سیال ہونے کے باوجود اس میں حرارت کا ہونا اور ہوا کے سیال ہونے کے باوجود آگ کو بھڑکانا، اس بات کی علامت ہے کہ سیلان مزیل حرارت نہیں ہوتا۔البتہ پانی کی برودت ذاتی ہوتی ہے، چنانچہ چولہے سے اتارنے کے بعد پانی کا بغیر کسی ٹھنڈی چیز کی مدد کے خود بخود ٹھنڈا ہوجانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پانی اپنی ذات میں ٹھنڈا ہوتا ہے۔اس میں جو حرارت آتی ہے وہ عارضی اور خارجی چیز ہوتی ہے اسی لئے جب عارضی اور خارجی دباؤ ختم ہوجاتا ہے تو اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتا ہے۔اسی طرح پانی کا جم کر برف ہوجانا، یہ بھی عارضی حالت ہوتی ہے اور سیال ہونا اصلی اور طبعی حالت ہے۔اس لئے کہ جب برف کو حرارت پہونچتی ہے تو اس میں سیلان پیدا ہوجاتا ہے جو پانی کی اصلی اور طبعی حالت ہے۔حاصل یہ ہے کہ ایک جسم اور ایک شئی کے ساتھ ہزاروں نسبتیں لاحق ہوسکتی ہیں، ایک ہی مفہوم ہزاروں مختلف النسبت قضیوں کا منسوب یا منسوب الیہ ہوسکتا ہے۔ایک شئی پوری پوری ہزاروں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہمارے طرز پر تو یہ بات یوں ظاہر ہے کہ ہم تابعِ تعلقاتِ ارادۂ ازلی کو زمانہ کہتے ہیں۔غرض، جیسے ہر مصدر کی دو صورتیں ہیں: ایک مبنی للفاعل۔ دوسرا مبنی للمفعول۔ ارادے میں بھی یہ دو باتیں ہیں۔سو وہ تموج وحرکت۔ جوارادے میں بھی یہ دو باتیں ہیں۔سو وہ تموج وحرکت۔ جو ارادے میں ہوتا ہے۔اگر مبنی للفاعل لیا جائے،تو ارادۂ ازلی کی یہ کیفیت من جملہ صفات خداوندی ہوجائے گی۔اور شاید اسی اعتبار پر طبائع میں لحاظ ہے۔جو تمام حوادث کو زمانے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔مگر یہ ہے،تو پھر یہ کتنی بڑی غلطی ہے کہ زمانے کو برا کہتے ہیں۔اس صورت میں یہ سبّ وشتم سب کا سب خدا کی طرف عائد ہوگا۔اور اس وقت میں خدا کو دہر کہنا۔جیسے سنتے ہیں اہل اسلام کہتے ہیں۔میں جانتا ہوں، دور از عقل وقیاس ہوگا۔

اور اگر مبنی للمفعول لیا جائے،تو پھر ارادے کی یہ کیفیت، احوالِ مخلوقات میں سے ہوگی۔اور اگر یہی حقیقتِ زمانہ ہے،جس کو تابعِ تعلقاتِ ارادۂ ازلی کہیے،تو بجا ہے۔

غرض، ایک تعلق اور سلسلۂ تعلقاتِ مذکورہ، زمانہ ہوگا اور حکماء کے طور پر یہ بات یوں ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اجسام وحرکات وزمانہ، سب کے سب متصلِ واحد ہیں۔نہ اجسام میں اجزاء، نہ حرکات میں اقتران۔نہ زمانے میں آنات۔پھر اس پر زمانہ مقدارِ حرکات۔اس صورت میں اگر زمانے میں سواء انقسام طولی اور انقسام نہ ہوگا،تو مساوی زمانہ کی حرکات سریعہ اور بطیۂ برابر ہوا کریں۔اور یہ تفاوتِ کمی بیشی قطعِ مسافت- جو بالیقین کمی بیشیٔ اصل حرکات پر دلالت کرتا ہے۔لغو بے کار ہو جائے۔

(جاری)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) نسبتوں کو اٹھا سکتی ہے، جیسے ہم آسمان کے نیچے ہیں، زمین کے اوپر ہیں اور پھر کسی شخص کے دائیں، کسی کے بائیں، کسی کے آگے، کسی کے پیچھے، بلکہ جس قدر مثلاً فلک الافلاک کے نقطے ہیں اسی قدر جہتیں ہیں اور اسی قدر نسبتیں ہمارے ساتھ لاحق ہیں، مگر یہ نسبتیں ہمارے جسموں کے لئے موجب انقسام نہیں، یعنی یہ کہ ان نسبتوں کے تعدد سے ہمارے جسم بھی متعدد ہوجائیں یا نسبتوں کی تجزّی سے ہمارے اجسام بھی متجزّی ہوجائیں ایسا نہیں ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ ہمارا وہ حصہ جو آسمان کے نیچے ہے وہ الگ ہو اور جو زمین پر ہے وہ الگ ہو، جو دائیں ہے وہ الگ ہو، جو بائیں ہے وہ الگ ہو، وھلّم جرّاً۔ اسطرح اجزاء اس حد تک پہونچ جائیں کہ اس کے بعد کوئی تقسیم ممکن نہ رہے البتہ اگر قیامت جیسا حادثہ اجسام پر واقع ہو جس سے اجزاء جسم کا باہمی رشتہ منقطع ہوجائے تو بے شک اجزاء غیر منقسمہ تک نوبت پہونچ جائے اور ہیولیٰ وصورت جسمیہ دونوں ہی اجزاء غیر منقسمہ میں تقسیم ہوجائیں۔باقی یہ کہ برہان تطبیق اور برہان سلمی سے جو لوگ تناہی اجزاء، اجزاء کا غیر منقسم ہونا ثابت کرتے ہیں انہیں مغالطہ ہوا ہے۔

مقالات و مضامین

آخری قسط

حضرت حکیم الاسلامؒ
چند یادیں چند باتیں

حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتویؒ ❖

الفضل ما شہدت بہ الأعداء

مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آرہا ہے، یہ عاجز حضرت حکیم الاسلام کے ساتھ تھا، تحفظ شریعت کے عنوان پر دہلی کے رام لیلا میدان میں اجلاس عام تھا، جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے علمائے کرام اور دانشوارن قوم بھی شریک تھے اور بہت سارے غیر مسلم بھی تھے، اس عنوان سے متعلق علمائے کرام دانشوران قوم اور بہت سے غیر مسلم بھائیوں نے اظہار خیال فرمایا، صدارتی خطاب حضرت حکیم الاسلام کا ہونا تھا، چنانچہ حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے خطاب کی درخواست کی گئی، میں حضرت کی کرسی کے پاس بیٹھا تھا، حضرت حکیم الاسلام کا تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ خطاب ہوا، اس محفل میں ہندوستان کے ایک بہت ہی پڑھے لکھے غیر مسلم بھی تھے، جن کا نام کرشنا مینن تھا، وہ خطاب کے دوران بار بار اپنی جگہ سے اٹھتے اور کہتے واہ قاری صاحب واہ، واہ قاری صاحب واہ، پرانے زمانے سے ایک کہاوت چلی آتی ہے کہ ”**الفضل ما شهدت به الأعداء**“

دارالعلوم کو چلانے والا اللہ ہے

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کو کس قدر شان استغنا سے چلایا اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جو میرے سامنے پیش آیا، ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں اس کو نقل کردوں، میں دارالعلوم دیوبند کی جمعیۃ الطلبہ کا جنرل سیکریٹری تھا اور کسی مسئلہ میں حضرت سے مشورہ

❖ سابق رکن مجلس مشاورت دارالعلوم وقف دیوبند

نوٹ: یہ مضمون اکتوبر ۲۰۱۶ء میں تحریر کیا گیا تھا، افادہ کی غرض سے اس کی آخری قسط شائع کی جارہی ہے۔

مطلوب تھا، کہ اسی دوران دارالعلوم دیو بند کے ایک صاحب خیر دفتر اہتمام میں تشریف لائے، اغلب گمان یہ ہے کہ ان کا تعلق ممبئی سے تھا، اور ان کا نام دارالعلوم کے اصحاب خیر میں سے چند مؤقر ناموں میں سے ایک تھا۔ آکر حضرت کے روبرو بیٹھ گئے، اور عرض گزار ہوئے کہ ہمارا ایک پوتا ہے، اس نے اس سال دارالعلوم میں داخلہ امتحان دیا تھا، مگر اس کا نام نہیں آیا، میں اس تعلق سے ناظم تعلیمات سے ملا تو تھا، لیکن انہوں نے فرمایا کہ اس طرح کے معاملات میں اختیار حضرت مہتمم صاحب کو ہے، آپ ان سے ملاقات کر کے اس بابت درخواست کرلیں، اس لیے حاضر ہوا ہوں، آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس سلسلے میں ضروری کارروائی فرما کر داخلے کے مراحل آسان فرمادیں، حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ جناب مجھے اس سلسلے میں کلی اختیار نہیں ہے، دارالعلوم کی ایک مجلس تعلیمی ہے، اس کو فیصلے کا اختیار ہے، میں یہ مسئلہ اس کے سامنے رکھ دوں گا اور آپ کی سفارش بھی کروں گا، انشاء اللہ۔

وہ صاحب اس جملے کا غلط مطلب سمجھے گویا مہتمم صاحب ان کو انکار کر رہے ہیں، اس لیے انہوں نے کچھ تنک کر کہا کہ حضرت اگر یہاں ہمارے بچہ کا داخلہ نہیں ہوگا تو کس کا ہوگا؟ ہم اتنے دن سے دارالعلوم کی امداد کرتے چلے آرہے ہیں، حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو آنکھ اٹھا کر دیکھا اور اپنے مخصوص انداز میں سر جھکا لیا، لیکن ان سے کچھ نہیں فرمایا، تھوڑے توقف کے بعد ایک پرچہ ناظم محاسبی کے نام لکھا کہ فلاں جگہ کے فلاں صاحب ہیں، کھاتے میں دیکھ کر بتائیں کہ انہوں نے دارالعلوم دیو بند کو آج کی تاریخ تک کتنا چندہ دیا ہے؟ ان کا حساب لگا کر اب تک جو رقم انہوں نے دی ہے وہ پائی پائی ان کو واپس کر دی جائے، کیوں کہ دارالعلوم کو ان جیسے حضرات کے چندہ کی ہرگز ضرورت نہیں، تھوڑی دیر میں ناظم محاسبی ایک رقعہ لے کر دفتر اہتمام میں حاضر ہوئے، انہوں نے بتایا کہ اب تک انہوں نے دارالعلوم کو جو چندہ دیا ہے، وہ ۹۸ ہزار سے کچھ زائد ہے، اور اتفاق یہ ہے کہ دارالعلوم کے خزانے میں اس وقت کل رقم ۹۹ ہزار سے کچھ زائد تھی، یہ تفصیلات بتا کر انہوں نے حضرت مہتمم صاحب سے عرض کیا کہ اگر ان کی رقم ابھی فوراً واپس کر دی جائے تو دارالعلوم میں جو پیسے جمع ہیں وہ بہت کم باقی رہ جائیں گے اور مدرسے کے اخراجات بدستور جاری ہیں، مہینے کا آخر ہے، اور مدرسین کی تنخواہیں بھی ایک دو دن میں ادا کرنی ہیں۔

اس پر حضرت حکیم الاسلام نے بڑے تحمل سے فرمایا کہ یہ تو میں بھی نہیں جانتا کہ یہ اخراجات کیسے پورے ہوں گے، البتہ اتنی ضمانت ضرور لیتا ہوں کہ اخراجات سب پورے ہوں گے اور دارالعلوم ضرور چلے گا، اس لیے کہ یہ میرا یا آپ کا کام نہیں یہ تو اللہ کا کام ہے، وہ چلائے گا تو چلے گا ورنہ ہم بھی اس کی رضا میں راضی ہیں۔

چنانچہ ناظم محاسبی فوراً ان کو دفتر محاسبی میں لے گئے اور حضرت مہتمم صاحب کے حکم کی تعمیل میں ان کی پائی پائی ادا کردی، اب ان کو اپنی نادانی کا کچھ احساس ہوا، اس کے بعد انہوں نے بہت چاہا کہ یہ پیسہ واپس لے لیا جائے، لیکن حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت معذرت فرمادی، یہ تھی وہ شان استغناء جو حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جد امجد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، بانی دارالعلوم دیوبند اور اپنے دیگر اکابرین دیوبند سے ورثہ میں ملی تھی۔ دارالعلوم چلا، چل رہا ہے، اور جب تک شان استغناء عن الخلق اور اللہ پر توکل کے ساتھ اس کو چلایا جائے گا، ضرور چلے گا، ان شاء اللہ، یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ شان استغناء کا مطلب استعلا علی الخلق بھی نہیں کہ اصحاب خیر کی خدمت کو کم سمجھا جائے، ظاہر ہے کہ مدارس اسلامیہ ان ہی کے تعاون سے چلتے ہیں، اقبال نے ایسے ہی اکابرین واسلاف کے بارے میں کہا تھا۔

سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں ۞ بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبا را
فقیری میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے ۞ کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

اپنی بے بضاعتی کے باوجود آج احساس ہوتا ہے کہ کس قدر قیمتی لمحات تھے جو میں نے حضرت کے سایہ عاطفت میں گزارے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں ان قیمتی لمحات کی کما حقہ قدر نہ کرسکا۔

حضرت کی صلہ رحمی اور خاندان پروری ایسی تھی کہ ہر شخص ملاقات کرنے کے بعد یہ محسوس کرتا کہ مجھ ہی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، خاص طور پر میرے ساتھ کچھ خصوصی عنایات ایسی تھیں، جن کی وجہ سے مجھے ہمیشہ اقدام کرنے کے حوصلے ملتے رہے، اپنے چھوٹوں کے ساتھ ان کی شفقت کا بالکل وہی حال تھا جو ایک شفیق باپ کا اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت کی تجہیز وتکفین اور تدفین میں شرکت کی سعادت

الحمدللہ مجھے یہ سعادت ملی جس کا سرور میں آج بھی اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں کہ اس علم ومعرفت کے امام کو سب سے اخیر میں میں نے اور جناب مولانا قاری عبدالجلیل صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ نے مل کر ان کے جد امجد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا اور اخیر میں ان کے چہرہ پرنور کو قبلہ رخ کرکے کفن کے بند کھول کر الوداع کہنے والا یہ ناکارہ ہی تھا، گویا کہ اہل نانوتہ نے سرزمین نانوتہ کی اس عظیم عالمی شخصیت کو ۶ شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ کو یہ کہہ کر سپرد خاک کردیا:

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات ۞ آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
تھی سراپا دین ودنیا کا سبق تیری حیات ۞ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

۞......۞......۞......۞

قسط (۴)

طلاق کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلے ایک جائزہ

مولانا عتیق احمد بستوی ❖

قرآن کریم میں طلاق کی جن صورتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ نکاح ہونے کے بعد ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی ہو، اور ازدواجی تعلقات قائم نہ ہوئے ہوں اور شوہر بیوی کو طلاق دیدے، یہ طلاق قرآن کی صراحت کے مطابق واقع ہوجاتی ہے، ایسی عورت پر عدت لازم نہیں، اور وہ طلاق ہونے کے فوراً بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، پھر اس عورت کے بارے میں دو شکلوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک یہ کہ نکاح کرتے وقت مہر مقرر کیا گیا تھا، اس صورت میں مقررہ مہر کا نصف عورت کو ملے گا، اور دوسری شکل یہ ہے نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ کیا گیا ہو، ایسی صورت میں اس عورت کو کچھ ہدیہ تحفہ دے کر رخصت کردیا جائے گا، مہر کے نام سے وہ کسی چیز کی حقدار نہ ہوگی، اس مسئلہ سے متعلق جو قرآنی آیات ہیں انہیں چند سطروں کے بعد درج کیا جاتا ہے، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب صرف نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی ہے، ایسی صورت میں ان چیزوں کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جن کا ذکر سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ میں ہے، عورت کی طرف سے نافرمانی، سرکشی کا تصور اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ رخصتی ہوگئی ہو اور ازدواجی زندگی شروع ہوچکی ہو، اسی طرح شوہر کے لئے عورت کو سمجھانا، فہمائش کرنا، خواب گاہ میں بے رخی اختیار کرنا، ہلکی زدوکوب کرنا اسی وقت ممکن ہے جب کہ دونوں ساتھ رہتے ہوں، اور عملاً ازدواجی زندگی کا آغاز ہوچکا ہو، میاں بیوی کی ایک دوسرے سے آخری درجہ کی ناچاقی اور منافرت جس کو دور کرنے کے لئے دونوں طرف سے ثالثوں کی تقرری ہو اسی وقت متصور ہے جب کہ دونوں کچھ مدت ایک ساتھ رہ چکے ہوں، اور باہمی تعلقات میں زیادہ تلخیاں پیدا ہوچکی ہوں، اب آپ ان آیات کو مطالعہ کیجئے جن میں نکاح کے بعد ازدواجی تعلق قائم ہونے سے پہلے طلاق دئے جانے اور ان کے واقع ہونے کا ذکر ہے:

❖ استاذ حدیث وناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنو

لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ لنِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُواْ لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى لْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى لْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَٰعًا بِلْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى ٱلْمُحْسِنِينَ (۱)

ترجمہ: تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان بیویوں کو جنہیں تم نے ہاتھ نہیں لگایا، اور نہ ان کے لئے مہر مقرر کیا طلاق دیدو، اور انہیں خرچ دیدو، وسعت والے کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق ہے، اور تنگی والے کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق، (یہ) خرچ شرافت کے موافق ہو، (اور یہ) واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر۔“

وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ ٱلَّذِى بِيَدِهِۦ عُقْدَةُ لنِّكَاحِ وَأَن تَعْفُوٓاْ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنسَوُاْ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۲)

ترجمہ: اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی ہے، قبل اس کے کہ انہیں ہاتھ لگایا ہو، لیکن ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے ہو، تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہے اس کا آدھا واجب ہے، بجز اس صورت کے کہ (یا تو) وہ عورتیں خود معاف کر دیں، یا وہ (اپنا حق) معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اور اگر تم (اپنا حق) معاف کر دو تو یہ بہت ہی قریب ہے تقوی سے، اور آپس میں لطف و احسان کو نظر انداز نہ کرو، تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ یقیناً اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلاً (۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم جب مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر تم انہیں طلاق دیدو قبل اس کے کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو تو تمہارے لئے ان کے بارے میں کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرنے لگو، تو انہیں کچھ مال دے دو، اور انہیں خوبی کے ساتھ رخصت کر دو۔“

ہمارے جج اور قانون داں اس بات سے تو واقف ہی ہیں کہ کسی مجموعۂ قانون میں کسی معاملہ میں اگر کوئی صریح دفعہ موجود ہے تو اسے چھوڑ کر کسی ایسی دفعہ سے جو اس معاملہ سے براہ راست متعلق نہیں ہے استنباط واستدلال کرنا اور اس صریح دفعہ کے خلاف کوئی بات نکالنا فنی لحاظ سے غلط اور غیر قانونی عمل ہے، قرآن میں طلاق کی جو شکلیں مذکور ہیں ان میں متعدد شکلیں وہ ہیں جن میں ان شرطوں کے پائے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے جن شرطوں کو ہمارے فاضل جج نے طلاق واقع کرنے کے لئے عائد کرنا چاہا ہے، اور جن کے لئے انہوں نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۴، ۳۵ کو بہانہ بنایا ہے۔

---

(۱) سورۂ بقرہ، آیت: ۲۳۶ (۲) سورۂ بقرہ، آیت: ۲۳۷ (۳) سورۂ احزاب، آیت: ۴۹

اسلام کوئی تخیلاتی مذہب نہیں ہے، اللہ جل شانہ کائنات کے خالق اور ذرہ ذرہ سے واقف ہیں، انسان کو اور اس کائنات کو انھوں نے پیدا کیا، اور افزائش وترقی کے منازل سے گذارا، انسانوں کی نفسیات، ضروریات، خوبیوں اور کمزوریوں سے وہ بخوبی آگاہ ہیں، انسان کے لئے کون سا نظام زندگی اور کون سا قانون مناسب اور قابل عمل ہے ان سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا، اسلامی شریعت اللہ جل شانہ کی اتاری ہوئی شریعت ہے، وہ انسانوں کے لئے سب سے موزوں شریعت اور قانون ہے، اس میں انسانوں کے مختلف حالات اور طبقات کا احاطہ کیا گیا ہے، اور تمام حالات کے لئے احکام مقرر کئے گئے ہیں، نکاح کے بعد رخصتی ہونے سے پہلے اور ازدواجی زندگی گذارنے سے پہلے طلاق عام حالات میں ایک عجیب سی بات لگتی ہے، اور جو لوگ واقعات کی دنیا سے الگ ہوکر محض نظریات کی دنیا میں رہتے ہیں ان کیلئے یہ ایک ناقابل فہم چیز ہے، لیکن واقعات کی دنیا میں ایسا متعدد بار پیش آتا ہے کہ نکاح ہوجانے کے بعد اور رخصتی ہونے سے پہلے ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں جن میں یہ بات یقینی بن جاتی ہے کہ دونوں کا ازدواجی رشتہ چل نہیں سکتا، اور نباہ نہیں ہوسکتا، مثلاً شادی کی تقریب کے دوران لڑکی والوں کو یہ تجربہ اور اندازہ ہوگیا کہ لڑکا اور اس کے گھر والے بہت لالچی اور گھٹیا مزاج والے ہیں، لڑکی اگر رخصت ہوکر چلی گئی تو مستقل گھٹن اور پریشانی میں رہے گی، اسے سسرال میں سکون واطمینان نہیں مل سکتا، اسی طرح لڑکا اور اس کے گھر والوں کو شادی ہوجانے کے بعد لڑکی کے بارے میں رخصتی سے پہلے ایسی سنگین معلومات حاصل ہوتی ہیں جو اگر پہلے معلوم ہوتیں تو لڑکا اور اس کے گھر والے رشتۂ نکاح سے معذرت کردیتے، اس طرح کے حالات میں اگر طلاق کی گنجائش نہ رکھی جاتی، بلکہ موجودہ ہندوستانی قانون کے مطابق ایک مدت گذرنے کے بعد ہی طلاق کا راستہ کھلتا تو شوہر اور بیوی دونوں کے لئے بدترین سزا ہوتی، اور دونوں جوانی کے بہترین چند سال گھٹ گھٹ کر گذارتے، اس لئے اسلامی شریعت میں اس کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ نکاح کے بعد رخصتی سے قبل طلاق دی جاسکے، اور قانوناً اس کی گنجائش ہو۔

اسلام کے قانون طلاق کو ابھی چند سال پہلے مسلمان علماء اور ماہرین قانون نے مرتب نہیں کیا ہے، بلکہ یہ قانون طلاق چودہ سو سال سے پہلے اللہ جل شانہ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا، آپ ﷺ نے اس کی تعبیر وتشریح فرمائی، اور مسلم سماج پر اسے نافذ فرمایا، آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں طلاق کے جو واقعات پیش آئے ان پر یہ قانون نافذ کیا گیا، صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین نے کتاب وسنت کی روشنی میں اس قانون کی جزئیات اور تفصیلات کی وضاحت فرمائی، طلاق کے ارکان، شرائط، اقسام اور الفاظ پر فقہ اسلامی میں بہت تفصیلی بحثیں ملتی ہیں، طلاق کے موضوع پر دنیا کے کسی قانون میں اس قدر تفصیلات وجزئیات نہیں مل سکتیں جتنی اسلامی قانون میں موجود ہیں۔

قرآن کریم خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا، قرآن کے الفاظ اور معانی آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھلائے، آپ ﷺ نے قرآن کے احکام وتعلیمات پر عمل کیا، امت کو ان کی تعلیم دی، اور

مسلمانوں کے سربراہ کی حیثیت سے ان احکام کو مسلم سماج پر نافذ کیا، اگر سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۴، ۳۵ میں مذکور اقدامات طلاق کا پروسیجر ہوتے، اور انہیں طلاق واقع ہونے کے لئے شرط کی حیثیت حاصل ہوتی تو آپ ﷺ صحابہ کے سامنے اس کی وضاحت فرما دیتے، اور طلاق کے ان واقعات میں طلاق کو واقع ہی نہ مانتے، جن میں شوہر کی طرف سے وہ اقدامات نہ کر لئے گئے ہوں جن کا سورۂ نساء کی آیت ۳۴ اور ۳۵ میں ذکر ہے۔

کتب حدیث کے مطابق یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی میں طلاق کے جو واقعات پیش آئے، اور جن کا آپ ﷺ کو علم ہوا، ان میں کہیں بھی آپ نے یہ سوال نہیں کیا کہ طلاق دینے سے پہلے شوہر نے وہ اقدامات کئے یا نہیں، جن کا سورۂ نساء کی مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں تذکرہ ہے، بلکہ جن واقعات میں یہ بات واضح تھی کہ وہ اقدامات نہیں کئے گئے ہیں ان میں بھی آپ نے طلاق کو واقع مانا، اگر عہد نبوی کے طلاق کے ان واقعات کا تذکرہ کیا جائے تو ایک مفصل کتاب تیار ہوسکتی ہے، کوئی ذی عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا کہ ہماری عدالتوں کے فاضل جج کا قرآن کا فہم نعوذ باللہ خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ سے بڑھا ہوا ہے، آیات قرآنی کی کوئی بھی ایسی تعبیر وتشریح جو رسول اکرم ﷺ، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین کی تعبیر وتشریح سے مختلف بلکہ اس کے مخالف ہو، کسی طرح قابل قبول نہیں ہوسکتی، خواہ وہ کتنی اونچی عدالت کی طرف سے کی جارہی ہو۔ عہد نبوی سے اگر اس طرح کی مثالیں اور واقعات پیش کئے جائیں تو کافی طوالت ہوگی، اس لئے میں ایک دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں:

دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو زمانۂ حیض میں طلاق دیدی، یہ بات حضرت عمر کے علم میں آئی تو انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ وہ طلاق سے رجوع کرلیں، اور طہر کا زمانہ ہونے پر طلاق دیں، واقعہ کی تفصیل تو چند سطروں کے بعد درج احادیث میں آئے گی، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ بیٹا جو خود صحابیٔ رسول ہیں، اور احادیث نبویہ کی روایت کرنے والے چند بڑے صحابہ میں سے ہیں، وہ اپنی بیوی کو باپ کی لاعلمی میں طلاق دیتا ہے اگر تحکیم کے بعد طلاق دی گئی ہوتی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ باپ کے علم میں نہ ہوتا، پھر باپ کو صرف اس بات کی فکر ہوئی کہ بیٹے نے زمانۂ حیض میں طلاق دی ہے، جبکہ زمانۂ حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے، پتہ نہیں کہ طلاق ہوئی کہ نہیں اور اب اس صورت میں کیا ہونا چاہئے، ان کے ذہن میں یہ سوالات نہیں آئے کہ بیٹے نے طلاق دینے سے پہلے وہ اقدامات کئے ہیں یا نہیں، جن کا سورۂ نساء کی آیات ۳۴ اور ۳۵ میں ذکر ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کا واقعہ جس کا ذکر حدیث کی تمام مستند کتابوں میں موجود ہے، اور جس کے بارے میں بہت سی روایات ہیں، ان پر غور کرنے سے طلاق کے لئے ہندوستانی عدالتہائے عالیہ کی طرف سے عائد کردہ خودساختہ شرطوں کی قلعی کھل جاتی ہے، اور ان کا شرعاً غیر لازم ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔

(جاری)

کرپٹو کرنسی
وعدہ جو پورا نہیں ہو سکا

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ❖

آج ایک دہائی سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بٹ کوائن اور دیگر کرپٹو کرنسیوں کو عالمی مالیاتی اداروں، اہم ترقی یافتہ ممالک کی سینٹرل بینک اور حکومتوں نے ایک کرنسی کے طور پر تسلیم نہیں کیا۔ یورپی یونین، جو کہ ممالک کا مجموعہ ہے جن میں فرانس، جرمنی، آئرلینڈ، اٹلی، اسپین، ڈنمارک، سویڈن وغیرہ شامل ہیں، کی یورپین بینکنگ اتھارٹی European Banking Authority (EBA) نے حال ہی میں یہ وارننگ جاری کی ہے کہ کرپٹو کرنسی انتہائی رسکی اور سٹے بازی یعنی قیاس آرائی پر مبنی ہیں۔ یہ زیادہ تر ریٹیل صارفین کے لیے بطور سرمایہ کاری یا ادائیگی یا تبادلے کیلئے موزوں نہیں ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کرپٹو کرنسی میں ایسی کیا خامیاں ہیں جن کی وجہ سے یورپی ممالک، عالمی معاشی ادارے، اور سینٹرل بینک اس کو تسلیم نہیں کرتے؟ جواب بہت ہی سادہ ہے۔ بٹ کوائن اپنے دعوے کے برعکس حقیقی طور پر عالمی معاشی اداروں اور حکومتوں کی اجارہ داری ختم نہیں کرتی بلکہ بٹ کوائن پر کچھ لوگوں کی اجارہ داری ہی اور محض چند شخص یا ادارے بٹ کوائن کی قیمت پر اثر انداز ہوتے ہیں اور وہی اسے کنٹرول کرتے ہیں۔

بٹ کوائن کو اگر ہم تاریخی طور پر دیکھیں تو یکم نومبر ۲۰۰۸ء کو ساتوشی ناکاموٹو (ایک فرضی نام) نے کرپٹو گرافی میلنگ لسٹ پر ایک ای میل بھیجی جس میں اس نے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ ایک ایسے الیکٹرونکس کیش سسٹم پر کام کر رہا ہے جو کہ مکمل طور پر پی ٹو پی Peer-to-Peer (P2P) ہوگا اور جس میں کسی ٹرسٹڈ تھرڈ پارٹی Trusted Third Party کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا یعنی بیچ میں کوئی ادارہ ملوث نہیں ہوگا پھر سن میں ساتوشی ناکاموٹو نے بٹ کوائن Bitcoin (BTC) نامی کرپٹو کرنسی Cryptocurrency

---

❖ استاذ مونسٹر ٹکنالوجی یونیورسٹی (MTU) آئرلینڈ

کو مارکیٹ میں لانچ کردیا۔ساتوشی ناکاموٹو بٹ کوائن وائٹ پیپر میں دعویٰ کرتا ہے کہ بٹ کوائن ایک ایسی کرپٹوکرنسی ہے جو کہ ڈی سینٹرلائزڈ ہے اوراس کو کام کرنے کی لئے کسی تھرڈ پارٹی کی ضرورت نہیں ہے یعنی کسی بینک یا کسی دوسرے فنانشل ادارے کی ضرورت نہیں ہے۔بٹ کوائن کو مارکیٹ میں لانچ کرنے کے بعد پہلے کچھ سالوں کے اندر لوگوں نے زیادہ جوش وخروش نہیں دکھایا اوراس کا ثبوت یہ ہے کہ شروع کے پہلے سالوں میں بہت ہی کم ٹرانزیکشنز ہوئیں۔ پھرایک جوے کی ویب سائٹ ساتوشی ڈائس SatoshiDice لانچ کی گئی جس کے ذریعے لوگوں کو بٹ کوائن کے بارے میں مزید معلوم ہوا اور انہوں نے بڑھ چڑھ کر بٹ کوائن کو جوے میں استعمال کرنا شروع کیا۔ساتوشی ڈائس نامی ویب سائٹ نیلوگوں کوان کی توقع سے زیادہ جوے کی رقم لوٹائی جس کے اندر دس گنا،سو گنا اور ہزار گنا سے زیادہ نفع شامل تھا۔مثلاً کسی نے بٹ کوائن اس ساتوشی ڈائس نامی ویب سائٹ پر جوے میں لگائے یعنی ویب سائٹ پر دیئے گئے ایڈریس پر بھیجے تو جوے میں جیتنے کی صورت میں اس کو ۵۰، ۵۰۰، یا ۵۰۰۰ بٹ کوائن ملے۔ جون ۲۰۱۲ء کے اندر ایک ایسا وقت بھی آیا جب روزانہ کے حساب سے ساٹھ ہزار سے زیادہ ٹرانزیکشن ہوئیں اوران کو بٹ کوائن کی بلاک چین کا حصہ بنایا گیا۔بٹ کوائن کا اگرہم اس دور میں جائزہ لیں تو زیادہ تر ٹرانزیکشن جوے سے ہی متعلق تھیں اور بٹ کوائن کا وسیع استعمال جوے کے اندر کیا گیا۔اس کا لازمی نتیجہ نکلا کہ لوگوں نے عالمی سطح پر بٹ کوائن کے اندر زیادہ دلچسپی لینا شروع کی اور چونکہ بٹ کوائن کا کوڈ مفت میں ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے،اس وجہ سے لوگوں نے اس کوڈ کو لے کراس کی بنیاد پر دیگر کرپٹوکرنسیوں کی بھی بنیاد رکھی۔

گوکہ بٹ کوائن ایجاد کرتے وقت یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ مکمل طور پر ڈی سینٹرلائزڈ Decentralized ہوگی اورحکومتوں اور عالمی معاشی اداروں کی اجارہ داری ختم کرے گی مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ سائنسی طور پرثابت کیا جاچکا ہے کہ بٹ کوائن اکانومی (معیشت) کومحض چند لوگ یا ادارے کنٹرول کرتے ہیں اوران میں اولین بٹ کوائن مائننگ پولز Mining Pools ہیں۔اگر یہ مائننگ پولزاکثریتی کمپیوٹیشن پاورحاصل کرلیتے ہیں اوراگر یہ آپس میں گٹھ جوڑ کرلیتے ہیں توان کا بٹ کوائن پرمکمل قبضہ ہوگا۔اگرہم اگست ۲۰۲۲ء کے اعداد وشمار دیکھیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ۵۵رفیصد سے زیادہ کمپیوٹیشن پاورصرف چھ مائننگ پولز کے قبضے میں تھی اوراگرہم پچھلے ایک سال کے اعداد وشمار کا تجزیہ کریں

تو ۶۵ فیصد سے زیادہ کنٹرول چھ مائننگ پولز کا تھا۔ یہ واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ بہت ہی قلیل تعداد میں مائننگ پولز کا بٹ کوائن کی دولت اور پاور پر قبضہ ہے اور انہی مائننگ پولز کا اثر ورسوخ ہے اور وہی زیادہ تر بلاک کو بٹ کوائن بلاک چین کا حصہ بناتے ہیں۔

اسی طریقے سے کرپٹو کرنسی ایکسچینج Cryptocurrency Marketplace or Exchange کا بھی بٹ کوائن کی طلب ورسد کو کنٹرول کر کے بٹ کوائن کی قیمت کو کنٹرول کرنے میں کافی کردار ہے۔ حال ہی میں سیلسیس نیٹ ورک Celsius Network جو کہ ایک پرائیوٹ کمپنی ہے، نے اپنے صارفین کے سترہ لاکھ اکاؤنٹس کو منجمد کردیا۔ صرف اس عمل کی وجہ سے بٹ کوائن اور ایتھریم کی قیمتوں میں تقریباً ساٹھ فیصد کمی دیکھی گئی۔ یہ کرپٹو کرنسی اور بٹ کوائن کے بنیادی اصولوں کی سراسر خلاف ورزی ہے اور یہ اُس دعویٰ کے بھی برعکس ہے جو کہ بٹ کوائن لانچ کرتے وقت کیا گیا تھا کہ کوئی ادارہ یا حکومت آپ کی کرنسی کو کنٹرول یا منجمد نہیں کرسکتا۔ نیز Wallet Service Providers والٹ سروس پرووائیڈرز یعنی وہ ویب سائٹ جن پر آپ اپنے بٹ کوائن پرائیوٹ Private Keys کی رکھواتے ہیں، بھی بٹ کوائن کی قیمتوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ان بٹ کوائن کو کنٹرول کرتے ہیں جو کہ آپ کی ملکیت میں ہیں۔

ایک حالیہ سائنسی تحقیق جو کہ ایک موقر سائنسی جریدے میں شائع ہوئی ہے میں ثابت کیا گیا ہے کہ اُن تمام بٹ کوائن میں سے جو کہ آج کل سرکولیشن میں ہیں ایک فیصد سے بھی کم یعنی 0.01 فیصد ایڈریس 58.2 اٹھاون اعشاریہ دو فیصد بٹ کوائن رکھتے ہیں۔ لہذا بٹ کوائن بھی Pareto Distribution کی پیروی کرتا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی بھی ملک کے معاشی نظام میں ۲۰ فیصد لوگ ۸۰ فیصد دولت کو کنٹرول کرتے ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مجموعی طور پر کرپٹو کرنسی اعداد وشمار کے مطابق اس سے بھی بری ہے۔ ایک اور سائنسی تحقیق، جس کا حوالہ حالیہ نیویارک ٹائمز اخبار میں شائع ہوا ہے کے مطابق بٹ کوائن لانچ ہونے سے لے کر بٹ کوائن کی قیمت ایک امریکی ڈالر تک، یعنی تقریباً دو سال کا عرصہ، چونسٹھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے زیادہ تر بٹ کوائن کو مائن کیا۔ یعنی شروع کے دو سالوں میں بٹ کوائن کی تمام دولت پر محض ان لوگوں کا قبضہ تھا۔ یہ بھی بٹ کوائن کے اس دعویٰ اور سوچ کے برعکس ہے جس کے اندر معیشت کی مساوی تقسیم کی بات کی گئی ہے۔

تھیوری کے طور پر تو بٹ کوائن مائننگ میں ہر کوئی حصہ لے سکتا ہے اور بٹ کوائن مائن کرنے کے نتیجے میں نئے بٹ کوائن کما سکتا ہے اور اس کو ٹرانزیکشن کی مد میں بھی نئے بٹ کوائن ملیں گے مگر چونکہ بٹ کوائن کا ہیش ریٹ Hash Rate اور مائننگ پولز کی اجارہ داری اتنی بڑھ گئی ہے لہذا ایک عام صارف کا کرپٹوگرافک پزل کا حل کرنا تقریباً ناممکن ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایک عام آدمی بٹ کوائن کی تقدیر کا فیصلہ نہیں کرسکتا اور نئے بلاک شامل کرنے میں اپنا کردار ادا نہیں کرسکتا۔

بٹ کوائن کی قیمتوں میں بہت زیادہ اتار چڑھاؤ اور سٹے بازی کی وجہ سے عالمی معاشی ماہرین کی یہ رائے ہے کہ نہ تو بٹ کوائن کرپٹوکرنسی کو بطور کرنسی اختیار کیا جانا چاہیے، نہ ہی یہ آلہ مبادلہ Medium of Exchange کے طور پر استعمال ہوسکتی ہے اور نہ ہی یہ قیمت کو محفوظ کرنے Store of Value کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہے۔ اصل میں تو بٹ کوائن کی ذاتی قدر Intrinsic Value نہیں ہے اور کسی سافت ویئر کی طرح اس سے ذاتی انتفاع بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ بٹ کوائن حسّی طور پر تو درکنار، ڈیجیٹل طور پر اپنا وجود نہیں رکھتی اور یہ محض ایک فرضی یا تصوریاتی نمبر ہیں یا آسان الفاظ میں کھاتے کے اندر محض ایک نمبر کا اندراج ہے۔ مثلاً جب ایک شخص زید دوسرے شخص بکر کو بٹ کوائن بھیجتا ہے تو صرف کھاتے Ledger کے اندر اندراج ہوجاتا ہے اور حقیقی طور پر یا ڈیجیٹل طور پر بٹ کوائن دوسرے شخص بکر کو منتقل نہیں ہوتے۔ بٹ کوائن کی محض ملکیت ثابت کرنے کیلئے اور ایک شخص سے دوسرے شخص کو بٹ کوائن منتقل کرنے کیلئے ٹرانزیکشن کا اندراج کھاتے کے اندر کیا جاتا ہے۔ اور کوئی بھی شخص مکمل کھاتے کی چھان بین کر کے یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ کتنے بٹ کوائن کس کی ملکیت میں ہیں اور یہ وہ با آسانی یوٹی ایکس او UTXO اور ایس ٹی ایکس او STXO کی مدد سے کرسکتا ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ کرپٹوکرنسی کے پیچھے چونکہ حکومت نہیں ہوتی لہذا صارفین کو وفاقی محتسب یا بینکنگ کی سہولیات میسر نہیں آسکتیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کرتا ہے تو وہ اپنے سرمائے کا کچھ حصہ یا سارا ہی سرمایہ ضائع کردے گا۔ اسی طرح کرپٹوکرنسی صارفین کے پاس کوئی ادارہ یا حکومت بھی نہیں ہوگی کہ جس کے پاس جا کر اپنی شکایات کا ازالہ کرسکیں۔ یورپین بینکنگ اتھارٹی کے مطابق سوشل میڈیا پر بہت سارے لوگ کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں مگر ہمیں ان سے احتیاط برتنی چاہیے کیونکہ ان میں ان کے ذاتی معاشی فوائد چھپے ہوتے ہیں اور وہ کرپٹوکرنسی کی

مارکیٹنگ کر رہے ہوتے ہیں۔اسی طریقے سے کرپٹو کرنسی کی دنیا میں بہت زیادہ جعل سازی اور دھوکہ بازی بھی ہے۔حد تو یہ ہے کہ آپ اپنی کرپٹو کرنسی خود بھی بنا سکتے ہیں اور اس وقت سترہ ہزار سے زیادہ کرپٹو کرنسیاں وجود میں آچکیں ہیں۔سائنسی تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ لوگ اپنے کالے دھن کو سفید کرنے کیلئے کرپٹو کرنسی کا استعمال کرتے ہیں اور کرپٹو کرنسی کو منی لانڈرنگ کے اندر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر Know Your Customer (KYC) بھی موجود نہیں ہوتا یعنی کرپٹو کرنسی استعمال کرنے والوں کو اس کو استعمال کرنے کیلئے کسی قسم کے ثبوت فراہم نہیں کرنے ہوتے کہ وہ واقعی وہی شخص ہے جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے۔

اگرچہ اس وقت عالمی مارکیٹ میں بٹ کوائن ۴۰۰ بلین امریکی ڈالر سے زیادہ کا مارکیٹ کیپٹل ہے اور بٹ کوائن اور ایتھریم دنیا کی دو بڑی کرپٹو کرنسیوں میں شمار ہوتے ہیں۔مگر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جو فوائد اور دعوے بٹ کوائن اور کرپٹو کرنسی نے کئے تھے ان کو پورا کیا جاتا مگر اب بھی لوگ زیادہ تر کرپٹو کرنسی کا استعمال جوے، سٹے بازی، اور سرمایہ کاری کے طور پر کر رہے ہیں۔کرپٹو کرنسی عمومی طور پر اور بٹ کوائن خاص طور پر ایک امید لے کر آئی تھی کہ اس کے ذریعے سے لوگ پیسوں کی منتقلی کسی سینٹرل بینک اور کسی معاشی ادارے کے بغیر کرسکیں گے اور اس نے موجودہ معاشی نظام کے متوازی ایک نئے نظام کی نوید سنائی تھی تاکہ عالمی سرمایہ دارنہ نظام، مالیاتی اداروں کی اجارہ داری اور دولت کی مساوی تقسیم ممکن ہو سکے مگر سائنسی طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اور بٹ کوائن پر محض چند اداروں اور لوگوں کا قبضہ ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ بٹ کوائن اور کرپٹو کرنسی نے جو دعویٰ کیا تھا کہ وہ عالمی معاشی نظام پر حکومتوں اور اداروں کی اجارہ داری ختم کرے گی اور کوئی شخص یا ادارہ یا کمپنی بٹ کوائن کی قیمت پر اثر انداز نہ ہو سکے گا، یہ دعویٰ درست ثابت نہیں ہوا اور اسی وجہ سے کرپٹو کرنسی اور بٹ کوائن کو حکومتیں اور عالمی معاشی ادارے تسلیم نہیں کرتے۔

آخری قسط

امام ابوحنیفہؒ کی وحدانیات: ایک جائزہ

مولانا عصمت اللہ نظامانی ❖

حضرت عائشہ بنت عجرد صغار صحابیات میں سے ہیں، بعض حضرات نے انہیں تابعیات میں شمار کیا ہے، لیکن ابن معین (۲)، علامہ خوارزمی (۳)، اور شیخ عبدالرشید نعمانی وغیرہ نے انہیں صحابیہ قرار دیا ہے (۴)۔ نیز ابن معین نے امام صاحب کی ان سے ملاقات اور روایت لینے کی تصریح بھی کی ہے۔ حدثنا يحيى بن معين أن أبا حنيفة صاحب الرأى سمع عائشة بنت عجرد. (۵) امام ابوحنیفہ کی حضرت عائشہ بنت عجرد سے بلاواسطہ روایت: امام ابوحنیفہ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے بلاواسطہ ایک روایت نقل کرتے ہیں، اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔ عن أبى حنيفة عن عائشة بنت عجرد عن رسول الله ﷺ أنه قال" :إن أكثر جند الله فى الأرض الجراد وأنا لا آكله ولا أحرمه ."(٦)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ حضرت عائشہ بنت عجرد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین پر اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ ٹڈیاں ہیں، میں نہ انہیں کھاتا ہوں، اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔

آٹھواں صحابی: حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ حضور ﷺ کے مشہور ومعروف صحابی ہیں، "مكثرين فى الرواية" میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق ان کا انتقال ۷۹ھ میں ہوا۔ (۷)

❖ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

(۱) الخوارزمی، جامع المسانید، (۱/۸۶) (۲) مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة للموفق، ۱/۲۸، الناشر: مکتبة إسلامیة کوئٹہ، ط ۱۴۰۷ھ

(۳) الذہبی، تجرید أسماء الصحابة، الناشر: دار المعرفة، بیروت، (۲/۲۸۶)

(۴) الخوارزمی، جامع المسانید، (۱/۲۵) ‏ (۵) النعمانی، عبدالرشید، التعلیق علی مقدمة کتاب التعلیم، (ص:۴۴)

(٦) ابن معین، أبوزکریا یحی بن معین (ت 233: ہ)، تاریخ ابن معین - روایة الدوری، الناشر: مرکز البحث العلمی مکة المکرّمة، ط ۱۳۹۹: ہ، (۳/۴۸۰)، ابن حجر، أحمد بن علی (ت ۸۵۲: ہ)، لسان المیزان، دار البشائر الإسلامیة، ط ۲۰۰۲: م، (۴/۳۸۵)

(۷) الرافعی، أبو القاسم عبدالکریم بن محمد (ت ۶۲۳: ہ)، التدوین فی أخبار قزوین، الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت، ط ۱۴۰۸: ہ ۱۹۸۷م، (۱/۴۳۸) بدرالدین العینی، مغانی الأخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار، (۳/۱۲۵)

علامہ سمعانی، علامہ کوثری اور جن حضرات کے نزدیک امام صاحب کی پیدائش ۷۰ھ یا اس سے پہلے ہونا راجح ہے، ان کے ہاں امام صاحب کے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بلاواسطہ روایت لینے پر اشکال نہیں ہوتا۔ البتہ امام صاحب کے سنِ ولادت میں مشہور قول ۸۰ھ اختیار کرنے والوں کے نزدیک یہ روایت متصل نہیں، بلکہ منقطع ہوگی، اور امام صاحب اسے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بالواسطہ روایت کرتے ہوں گے۔ لیکن چونکہ امام صاحب کی ولادت ۸۰ھ میں ہونا کسی نصِ قطعی سے ثابت نہیں، لہٰذا فریقِ اول کا قول اختیار کرتے ہوئے امام صاحب کی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کو امام صاحب کی صحابہ کرام سے بلاواسطہ روایات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ (امام ابوحنیفہؒ کی تاریخِ ولادت سے متعلق اقوال کا ذکر تمہید میں آچکا ہے(۱)

امام ابوحنیفہ کی حضرت جابر بن عبداللہ سے بلاواسطہ روایات: امام ابوحنیفہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بلاواسطہ دو روایات نقل کرتے ہیں، اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی روایت: **عن أبي حنيفة عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: جاء رجل من الأنصار إلى النبي ﷺ فقال له: يا رسول الله! مارزقت ولداً قط، ولا ولد لي، فقال: وأين أنت من كثرة الاستغفار والصدقة، يرزق الله بهما الولد، فكان الرجل يكثر الصدقة ويكثر الاستغفار، قال جابر رضي الله عنه فولد له تسعة من الذكور. (۲)**

ترجمہ: امام ابوحنیفہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کثرت سے استغفار اور صدقہ کیوں نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اولاد عطا فرماتا ہے، پھر وہ آدمی کثرت سے صدقہ اور استغفار کرنے لگا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آدمی کے نو بیٹے پیدا ہوئے۔

دوسری روایت: **عن أبي حنيفة رحمه الله قال: لقيت سبعة من أصحاب رسول الله ﷺ وسمعت من كل واحد منهم خيراً، ولقيت جابر بن عبدالله الأنصاري وسمعته يقول: بايعنا رسول الله ﷺ على السمع والطاعة والنصيحة لكل مسلم ومسلمة. الحديث. (۳)**

---

(۱) ابن حبان، محمد بن حبان البستی (ت ۳۵۴ھ)، الثقات، رقم الترجمة ۱۷۱، الناشر: دائرة المعارف العثمانية الهند، (۳/۵۱) وأبونعيم الأصبهاني، معرفة الصحابة، (۲/۵۲۹)

(۲) الموفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، الناشر: مكتبة إسلامية كوئتة، ط ۱۴۰۷ھ، (۱/۲۸) والخوارزمي، جامع المسانيد، (۱/۲۴)

(۳) مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة للموفق، (۱/۳۶)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے سات صحابہ سے ملاقات کی، اور ان میں ہر ایک کو میں نیکی کی بات کہتے سنا، میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ ہم نے فرمانبرداری اور ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے خیر خواہی پر رسول اللہ سے بیعت کی تھی۔

نواں صحابی: حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ، حضرت معقل بن یسار معروف صحابی ہیں، بیعتِ رضوان میں بھی شریک رہے ہیں۔ ان کی وفات میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ ۶۲ ھ میں ان کا انتقال ہوا۔(۱) لیکن دیگر بعض حضرات نے امام صاحب کی حضرت معقل بن یسار سے ملاقات کی تصریح کی ہے، جیسا کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں: وذكر جماعة :أن الإمام لقي معقل بن يسار المزني، وهو ممن بايع تحت الشجرة .(۲)

ترجمہ: ایک جماعت نے ذکر کیا ہیکہ امام صاحب نے حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے، اور وہ ان صحابہ میں سے ہیں جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔

لہٰذا امام صاحب کے سنِ ولادت یا حضرت معقل بن یسار کے سنِ وفات میں کسی غیر مشہور قول کو اختیار کرکے امام صاحب کی حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کو ان روایات میں شمار کیا جاسکتا ہے جو امام صاحب نے صحابہ کرام سے بلا واسطہ نقل کی ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی حضرت معقل بن یسار مزنی سے بلا واسطہ روایت: امام ابوحنیفہ کی حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے بلا واسطہ ایک روایت منقول ہے، اور وہ درجِ ذیل ہے۔

عن أبي حنيفةؒ :لقيت سبعة من أصحاب رسول الله ﷺ وسمعت من كل واحد منهم خيراً، ولقيت معقل بن يسار المزني وسمعته يقول :قال رسول الله ﷺ علامات المؤمن ثلاث، إذا قال صدق، وإذا وعد وفیٰ، وإذا اؤتمن صدق، وعلامات المنافق ثلاث، إذا قال كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان. الحديث .(۳)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے سات صحابہ سے ملاقات کی، اور ان میں ہر ایک کو میں نیکی کی بات کہتے سنا، میں حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ حضور ﷺ

---

(۱) علاء الدين، مغلطاي بن قليج (ت ٧٦٢ھ)، إكمال تهذيب الكمال، الناشر: الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، ط ١٤٢٢ھ ٢٠٠١م، (۱۱/۲۹۴)

(۲) علی القاری، شرح مسند أبي حنيفة، (۱/۵۹۲)

(۳) الموفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، (۱/۳۶)

نے فرمایا: مؤمن کی تین نشانیاں ہیں؛ جب کوئی بات کرے گا تو سچی کہے گا، وعدہ کرے گا تو اسے پورا کرے گا، اور جب اس کو امانت سپرد کی جائیگی تو وہ سچائی اور دیانتداری سے کام لیگا۔ اور منافق کی بھی تین نشانیاں ہیں؛ جب بولے گا تو جھوٹ بولے گا، کوئی وعدہ کرے گا تو اس کی خلاف ورزی کرے گا، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے گا۔

نوٹ: چونکہ امام صاحب کے سنِ وفات میں مشہور قول کے مطابق امام صاحب کی حضرت جابر بن عبداللہ اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہما سے ملاقات ثابت نہیں ہوتی، بلکہ غیر مشہور قول اختیار کرنے سے امام صاحب کی ان سے ملاقات اور روایت کا ثبوت ہوتا ہے، اس لیے ان دونوں حضرات کی روایات آخر میں ذکر کی گئیں۔

وہ صحابہ کرامؓ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے صرف ملاقات کی ہے: ذیل میں ان صحابہ کا ذکر کیا جاتا ہےجن سے ائمہ فن کی تصریح کے مطابق امام ابوحنیفہ نے صرف ملاقات کی ہے، یا ان سے بلا واسطہ روایت بھی لی ہے، لیکن وہ روایت ہم تک نہ پہنچ سکی۔

حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ہیں، ۱۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا (۱)۔ اس حساب سے امام ابوحنیفہ کی عمر اس وقت تیس سال ہوئی، لہٰذا امام صاحب کا ان سے روایت لینا بالکل ممکن تھا۔ بلکہ امام سرخسی (۲)، علامہ صیمری (۳)، اور یافعی وغیرہ نے امام صاحب کی حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ سے ملاقات کی تصریح کی ہے۔ (۴)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ: حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، کہتے ہیں کہ ابتداء میں ان کا نام ''حزن'' بمعنی غم تھا، حضور ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے سہل رکھ دیا، ایک قول کے مطابق ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ۹۱ھ کو ہوا (۵) اس حساب سے امام صاحب کی عمر اس وقت گیارہ سال ہوئی۔ لہٰذا امام صاحب کی ان سے ملاقات ممکن تھی، بلکہ بعض حضرات مثلاً:

---

(۱) أبونعیم الأصبهاني، معرفة الصحابة، (۵/۲۹۴۳)

(۲) أصول السرخسي، (۱/۳۱۴)

(۳) الصیمري، أخبار أبي حنیفة وأصحابه، (ص:۱۸)

(۴) الیافعي، عبدالله بن أسعد (ت ۷۶۸ھ)، مرآة الجنان وعبرة الیقظان، الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت، ط ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷م، (۱/۲۴۲)

(۵) ابن حجر العسقلاني، الإصابة في تمییز الصحابة، رقم الترجمة (۳۵۴۶: ۳/۱۶۷)

ابن حجر مکی (۱)، مسعود بن شیبہ سندھی (۲) اور علامہ یافعی وغیرہ نیا امام صاحب کی ان سے ملاقات کی تصریح بھی کی ہے (۳) اسی طرح حضرت سائب بن خلاد بن سوید، سائب بن یزید بن سعید، عبداللہ بن بسر، محمود بن ربیع، عبداللہ بن جعفر، ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی امام ابوحنیفہ کی ملاقات اور سماع کی تصریح ایک جماعت نے کی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں:

و ذكر جماعة ممن صنف في المناقب وغيرهم أنه سمع أيضاً من جماعة من الصحابة غير أنس، منهم عمرو بن حريث، ومنهم السائب بن خلاد بن سويد، ووفاته سنة ثمان وثمانين، وقيل بعدها. ومنهم السائب بن يزيد بن سعيد، ووفاته سنة إحدى أو اثنتين أواربع وتسعين، ومنهم عبدالله بن بسر، ووفاته سنة ست وتسعين، ومنهم محمود بن الربيع، ووفاته سنة تسع وتسعين، ومنهم عبد الله بن جعفر. ومنهم أبو أمامة .(۴)

خلاصہ کلام: خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب کی نو صحابہ کرام سے ملاقات کی تصریح اور ان سے بلاواسطہ لی گئی روایات کتبِ احادیث اور تاریخ وتراجم کی کتابوں میں موجود ہیں، جیسا کہ اوپر باحوالہ تفصیل سے یہ بات گزر چکی ہے اور باقی وہ صحابہ جن سے صرف ملاقات کی تصریح ائمہ نے کی ہے، یا ان سے بلاواسطہ روایت لینے کا تذکرہ بھی ہے، لیکن وہ روایت ہمیں نہ مل سکیں، ایسے صحابہ کرام کی تعداد اور زیادہ ہے۔

---

(۱) علی القاری، شرح مسند أبي حنيفة، (۱/۵۸۱)

(۲) السندی، مسعود بن شیبة، مقدمة کتاب التعلیم، (ص:۲۰)

(۳) الیافعی، مرآة الجنان وعبرة الیقظان، (۱/۲۴۲)

(۴) ابن حجر الهیتمی، الخیرات الحسان، الناشر: دار الهدی والرشاد دمشق، ط ۱۴۲۸ھ: ۲۰۰۷م، (ص: ۶۷-۶۴)

قسط (۲)

مساجد میں خواتین کے آنے کے شرعی احکام

مولانا امانت علی قاسمی ❖

بہرحال اسلام میں مساجد کا جو تقدس ہے اس کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ مساجد کو شوروغل اور عبادت کے علاوہ دیگر غیر ضروری مشاغل سے پاک رکھا جائے اسی وجہ سے جیسے جیسے سہولیات ہوتی گئیں مساجد سے دیگر امور کا استثنیٰ ہوتا رہا؛ یہی وجہ ہے کہ اب حضرات فقہاء عام آدمی کے لیے بلا ضرورت مسجد میں کھانے پینے اور سونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اسی طرح مسجد میں سیاسی پروگرام کرنے یا ورزش اور دیگر کھیل کود سے منع کرتے ہیں۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے تو حضرات علماء نے آج بھی غیر اقامتی دینی تعلیم کی اجازت دی ہے؛ چناں چہ آج بھی مسجد نبوی اور مسجد حرام میں تعلیم کے حلقے لگتے ہیں؛ اس لیے کہ بلا اجرت کے اس طرح تعلیم دینا عبادت ہے اور مساجد عبادت کا محل ہیں۔

مساجد کی تعمیر کے مقاصد

ماقبل کی گفتگو کی روشنی میں تعمیر مساجد کے بنیادی عناصر واضح ہوجاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) مساجد اسلام کی پہچان ہے، اس کے ذریعہ مسلمانوں کے وجود کا پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر مسلمان آباد ہیں۔

(۲) مسجد کی تعمیر کا مقصد نظام جماعت کو قائم کرنا اور مسلمانوں کے اجتماعیت کا اظہار ہے اس کے ذریعہ اسلام کے نظام مساوات پر بھی روشنی پڑتی ہے، اس لیے کہ امیر وغریب سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے ہیں۔

(۳) اجتماعی اور انفرادی عبادت انجام دینا مسجد کی بنیادی ضرورت ہے۔

(۴) مسجد کا مقصد نماز، ذکر، تلاوت قرآن، علم کے حلقے اور دعا واستغفار ہے۔

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

فِي بُيُوتٍ اَذِنَ اللَّهُ اَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالآصَال رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلاَ بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلاَةِ وَإِيتَاء الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالاَبْصَار. (۱)

وروى مسلم في صحيحه من حديث ابى هريرة :ان النبى ﷺ قال :مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ(۲)

احادیث سے نماز کی خاطر خواتین کے مسجد میں آنے کا ثبوت

احادیث کے مجموعے پر نظر ڈالنے سے خواتین کے لیے مسجد میں نماز کے لیے جانے کے حوالے سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) عہد نبوی میں خواتین مسجد میں جایا کرتی تھیں، خاص طور پر فجر میں جانا حضرت عائشہؓ کی روایت سے ثابت ہے جس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے:

ان عائشة اخبرته، قالت: كن نساء المومنات يشهدن مع رسول الله ﷺ صلاة الفجر متلفعات بمروطهن، ثم ينقلبن إلى بيوتهن حين يقضين الصلاة، لا يعرفهن احد من الغلس (۳)

عن عائشة رحمة الله عليها قالت :كن النساء يصلين مع رسول الله ﷺ، فإذا سلم انصرفن (۴)

(۲) دوسری بات یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکنے سے منع فرمایا ہے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر عورتیں مسجد میں آنے کی اجازت طلب کریں تو ان کو اجازت دے دو۔

عن ابن عمر عن النبى ﷺ قال :لا تمنعوا النساء ان يخرجن إلى المساجد، وبيوتهن خيرٌ لهن(۵)

عن ابى هريرة، ان رسول الله ﷺ قال :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، ولكن ليخرجن وهن تفلات(۶)

(۱) النور ۳۷-۳۶ (۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۶۹۹ (۳) صحیح البخاری، باب وقت الفجر، ۱/۱۲۰، حدیث نمبر ۵۷۸
(۴) مسند ابو یعلی الموصلی، ۱/۱۲۳، حدیث نمبر ۱۲۸ (۵) مسند احمد، ۸/۵، حدیث نمبر ۵۴۷۰
(۶) سنن ابی داود، ۱/۴۲۳، حدیث نمبر ۵۶۵

اَخْبَرَنِی سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ کُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَاذَنَّکُمْ إِلَیْهَاقَالَ :فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: وَاللهِ لَنَمْنَعُهُنَّ، قَالَ :فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ عَبْدُ اللهِ :فَسَبَّهُ سَبًّا سَیِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَال : اُخْبِرُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ:وَاللهِ لَنَمْنَعُهُنَّ (۱)

عَنْ زَیْنَبَ، امْرَاَةِ عَبْدِ اللهِ، قَالَتْ:قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاکُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِیبا(۲)

ایما امراة اصابت بخورا فلا تشهد معنا العشاء الآخرة،(۳)

ان روایات سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں: (الف) عورتیں اگر مسجد میں آنے کی اجازت چاہیں تو ان کو اجازت دے دی جائے (ب) عورتیں خوشبو لگا کر اور زینت اختیار کر کے مسجد میں نہ آئیں (ب) عورتوں کے لیے مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن گھروں میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

(۳) حضور ﷺ کے زمانے میں عورتیں مسجد میں آتی تھیں، صفوں میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی تھیں اور نکلنے میں پہلے خواتین نکلتی تھیں اس کے بعد مرد حضرات نکلتے تھے؛ تاکہ مرد وعورت کا اختلاط نہ ہو۔

عن ام سلمة، انها قالت: كن النساء فی عهد رسول الله ﷺ إذا سلم من المكتوبة قمن وثبت رسول الله ﷺ ومن صلی خلفه من الرجال فإذا قام رسول الله ﷺ قام الرجال. (۴)

(۴) عورتوں کے لیے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل اور ثواب کی زیادتی کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

عن عبد الله، عن النبی ﷺ، قال : صلاة المراة فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها(۵)

عن عبد الله بن سوید الانصاری عَنْ عَمَّتِهِ اُمِّ حُمَیْدٍ امْرَاَةِ اَبِی حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ اَنَّهَا جَاءَتْ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَتْ :یَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّی اُحِبُّ الصَّلَاةَ معك. قَالَ : قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكِ تُحِبِّینَ الصَّلَاةَ مَعِی، وَصَلَاتُكِ فِی بَیْتِكِ خَیْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِی حُجْرَتِكِ، وَ صَلَاتُكِ فِی حُجْرَتِكِ خَیْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِی دَارِكِ، وَصَلَاتُكِ فِی دَارِكِ خَیْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِی

(۱) صحیح مسلم، ۱/۳۲۷، حدیث نمبر ۴۴۲
(۲) صحیح مسلم، باب خروج النساء الی المساجد، ۱/۳۲۸، حدیث نمبر ۴۴۳
(۳) صحیح مسلم، ۱/۳۲۸، ۴۴۴
(۴) مسند ابویعلی، ۱۲/۴۱۶، حدیث نمبر ۶۹۸۳
(۵) سنن ابی داود، باب فی التشدید فی ذلک، ۱/۱۵۶، حدیث نمبر ۵۷۰

مَسْجِدِ قَوْمِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلاتِكِ فِي مَسْجِدِي. قَالَ :فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَظْلَمِهِ، وَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حَتَّى لَقِيَتِ اللهَ جَلَّ وعَلا (۱)

خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوتِهِنَّ (۲)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خانۂ خدا میں گو خواتین کو آنے سے روکا نہیں جا سکتا ہے؛ لیکن خواتین کے لیے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب کا باعث ہے اور افضل کو ترک کر کے غیر افضل عمل کا ارتکاب کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے، پھر جب عہد نبوی میں عورتوں کے لیے گھر میں نماز پڑھنا افضل تھا جو زمانہ کہ خیر القرون کا زمانہ تھا، دین کو سیکھنے کا واحد ذریعہ تھا تو آج کے زمانے میں جو کہ شر ہی شر کا زمانہ ہے خواتین کے لیے زیادہ افضل ہو جاتا ہے کہ وہ گھروں میں نماز پڑھیں۔

عہد نبوی میں خواتین کے مسجد میں آنے کے سلسلے اقوال صحابہ اور ان کا موقف

عہد صحابہ میں ہی حضرت عائشہؓ نے خواتین کے لیے مسجد میں آنے پر ناگواری کا اظہار فرمایا تھا اور فرمایا کہ آج جو کچھ خواتین کر رہی ہیں اگر حضور کے زمانے میں ہوتا اور آپ ﷺ دیکھ لیتے تو آپ بھی خواتین کو مسجد میں آنے سے منع کر دیتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا۔

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: لو ادرك رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمنعهن كما منعت نساء بني إسرائيل (۳)

حضرت عمر کے بارے میں آتا ہے کہ آپ عورتوں کے مسجد میں جانے کو ناپسند کرتے تھے لیکن حضرت عمر کی اہلیہ نماز کے لیے مسجد میں جاتی تھیں، ان سے کہا گیا کہ آپ کس طرح مسجد جاتی ہیں حالاں کہ حضرت عمر اس کو ناپسند کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں کیوں نہ جاؤں جب کہ ان کو حضور ﷺ نے روکنے سے منع کیا ہے۔

عن ابن عمر، قال : كانت امراة لعمر تشهد صلاة الصبح والعشاء فى الجماعة في المسجد، فقيل لها :لم تخرجين وقد تعلمين ان عمر يكره ذلك ويغار؟ قالت : وما يمنعه ان ينهاني؟ قال يمنعه قول رسول الله ﷺ : لا تمنعوا إماء الله مساجد الله (۴)

ایک روایت اس سلسلے میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے یہ حدیث بیان کی عورتوں کو مسجد میں جانے

(۱) موارد الظمان الی زوائد صحیح بن حبان، ۲/۲۴، حدیث نمبر ۳۲۸ (۲) صحیح ابن خزیمہ، ۳/۹۲، حدیث نمبر ۱۶۸۳
(۳) صحیح البخاری، باب خروج النساء الی المساجد باللیل، ۱/۱۷۳، حدیث نمبر ۸۶۹
(۴) صحیح البخاری، باب هل علی من لم یشهد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرهم؟ ۲/۶ حدیث نمبر ۹۰۰

سے مت روکو اس پر ان کے صاحبزادے بلال نے کہا کہ میں تو ان کو مسجد میں جانے سے روکوں گا اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بہت سخت ناراض ہو گئے اور فرمایا: میں تمہیں حضور ﷺ کا قول بیان کرتا ہوں اور تم اپنی طرف سے بیان کرتے ہو اس کے بعد پھر کبھی ان سے بات نہیں کی۔

اخبرني سالم بن عبد الله، ان عبد الله بن عمر قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول : لا تمنعوا نساء كم المساجد إذا استاذنكم إليها قال: فقال بلال بن عبد الله: والله لنمنعهن، قال: فاقبل عليه عبد الله : فسبه سبا سيئا ما سمعته سبه مثله قط وقال : اخبرك عن رسول الله ﷺ وتقول : والله لنمنعهن (۱)

عن مجاهد قال: قال عبد الله بن عمر قال النبي ﷺ: ائذنوا للنساء إلى المساجد بالليل فقال ابن له : والله لا ناذن لهن فيتخذنه دغلا، والله لا ناذن لهن، قال: فسبه وغضب، وقال : اقول : قال رسول الله ﷺ ائذنوا لهن"، وتقول : لا ناذن لهن. (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی عورتوں کے لیے مسجد میں آنے کی ناپسندیدگی کا تذکرہ ملتا ہے، اس کے علاوہ دیگر صحابہ کا موقف اس سلسلے میں راقم کی نظر سے نہیں گزرا ہے۔ صاحب عنایہ علامہ اکمل الدین بابرتی نے حضرت عمرؓ کا عمل بھی ناپسندیدگی کا نقل کیا ہے۔

ويكره لهن حضور الجماعات) كانت النساء يباح لهن الخروج إلى الصلوات، ثم لما صار سببا للوقوع فى الفتنة منعن عن ذلك، جاء فى التفسير ان قوله تعالى ولقد علمنا المستقدمين منكم ولقد علمنا المستاخرين) (۳)

نزلت فى شان النسوة حيث كان المنافقون يتاخرون للاطلاع على عوراتهن، ولقد نهى عمر النساء عن الخروج إلى المساجد فشكون إلى عائشة رضى الله عنها فقالت : لو علم النبى ﷺ ما علم عمر رضى الله عنه ما اذن لكن فى الخروج، فاحتج به علماونا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقا. (۴) (جاری)

(۱) صحیح مسلم، باب خروج النساء الی المساجد، ۱/۳۲۷، حدیث نمبر ۴۴۲
(۲) سنن ابی داود، ۲/۴۲۵، حدیث نمبر ۵۶۸
(۳) الحجر: ۲۴
(۴) العنایۃ: ۱/۳۶۵

فتنہ ارتداد کی لہر اور ایمان کی حقیقت

مولانا محمد اسجد عقابی ❖

انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ان انعامات و اعزازات اور نعمتوں کے اظہار تشکر اور صحیح استعمال پر ہے جن سے اسے نوازا گیا ہے۔ اگر وہ ان نعمتوں کی قدر کرتا ہے اور اپنے منعم کا شاکر بھی ہوتا ہے تو وہ دونوں جگہ کامیاب ہے ورنہ ناکامی اس کا مقدر ہے۔ اور سب سے بڑی نعمت اور دولت جس سے انسان کو نوازا گیا ہے وہ ایمان کی دولت ہے۔ اگر انسان دنیاوی تعیش کی خاطر اپنے آپ کو اس عظیم نعمت سے محروم کرلے، تو اس سے زیادہ بدقسمت اور بدبخت کوئی نہیں ہے۔ بالفرض اسے دنیاوی کامیابی مل بھی جائے تو وہ عارضی ہے۔ اس وقت صورت حال کچھ اسی طرح کی ہے، اور اس کے ذمہ دار مجموعی طور پر ہم سب ہیں۔ فتنہ ارتداد کے زمانے میں حقیقت ایمان سے واقفیت بہت زیادہ ضروری ہے۔ فتنہ ارتداد کی لہر اور ایمان کی حقیقت دونوں کو ایک ساتھ جمع کرکے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کون نافع ہے اور کون مضر ہے۔ کس کو اپنانے میں دین و دنیا کی بھلائی مضمر ہے اور کس راہ پر چلنے میں دنیاوی و اخروی خسارہ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آنے والا ہے۔

ملک کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں یہ سمجھنے میں دقت ہی نہیں بلکہ بسا اوقات شک و تذبذب اور غیر اطمینانی صورتحال کا سامنا ہوتا ہے کہ آخر ہم مسلمانان ہند اور ہمارے قائدین کی ترجیحات کیا ہیں۔ کن امور اور کن میدان میں ہم اجتماعی طور پر سنجیدگی سے کام کررہے ہیں اور کن امور کو ہم اخبارات کی بیان بازی تک رکھ کر بھول جاتے ہیں۔ ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں مسائل نے مسلم قوم کو اپنے شکنجوں میں جکڑ رکھا ہے، ایک جانب توجہ دی جاتی ہے تو دوسرا اپنا پھن پھیلائے ڈسنے کو تیار رہتا ہے۔ موجودہ وقت میں مسلم لڑکیوں میں پھیلتا ہوا فتنہ ارتداد مسلم قوم کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم پھیلتے ہوئے فتنہ ارتداد کے تعلق سے سنجیدہ ہیں؟ کیا ہماری کوششیں بارآور ثابت ہورہی ہے؟ کیا دختران

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

ملت میں پھیلتے ہوئے فتنہ ارتداد ہماری ترجیحات میں شامل ہیں؟ اگر ہاں ! تو اب تک ہم نے اس پھیلتے ہوئے فتنہ ارتداد کی روک تھام کے لئے کیا کام کئے ہیں۔

پھیلتے ہوئے فتنہ ارتداد کے تعلق سے دو تین باتیں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ سب سے اہم اور ضروری بات کہ ہمارے نزدیک ایمان کی قیمت کیا ہے؟ روئے زمین پر موجود اسباب و وسائل اور متاع تعیش کیا ایمان کی برابری کر سکتے ہیں؟ کیا ایمان ایسی شے ہے کہ دو چار عارضی اور دنیاوی فائدوں کے لئے اس سے بخوشی دستبردار ہوا جائے۔ ایمان کی اہمیت، قیمت اور قدر و منزلت کا اندازہ اُس حدیث سے ہوتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا کہ اگر تمہیں زندہ جلا دیا جائے یا قتل کر دیا جائے تو بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ایمان کی قیمت انسانی جان سے کہیں زیادہ ہے جبکہ مذہب اسلام میں انسانی جان کو جو تقدس اور فضیلت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" : اے کعبہ تو کس قدر پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کس قدر عمدہ ہے اور تو کتنا زیادہ قابل احترام ہے؛ لیکن مومن کی عزت واحترام تجھ سے زیادہ ہے، اللہ تعالی نے تجھ کو قابل احترام بنایا ہے اور اسی طرح مومن کے مال، خون اور عزت کو بھی قابل احترام بنایا ہے اور اسی احترام کی وجہ سے اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ ہم مومن کے بارے میں ذرا بھی بدگمانی کریں"۔ اس حدیث سے یہ بات صراحت کیساتھ واضح ہو جاتی ہے کہ بندہ مومن کا تقدس خانہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن وہ شے جس نے مومن کو یہ اعلی مقام عطا فرمایا ہے وہ ''ایمان'' ہے۔ ایمان کی بدولت اللہ تعالی نے یہ مقام عطا فرمایا ہے لیکن اگر بندہ ایمان کی حقیقت سے دور ہو جائے اور ایمان کی دولت سے محروم ہو جائے تو وہ اَنعام (جانور) سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ تیزی سے پھیلتے ہوئے فتنہ ارتداد کے نتیجہ میں وہ انسان جو کل تک اللہ تعالی کے نزدیک خانہ کعبہ سے زیادہ مقدس اور محترم تھا، اچانک اس کی حیثیت گمراہی و ناکامی اور نامرادی کی وجہ سے جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ ایمان وہ شے ہے جو انسان کو ترقی و درجات کے بلند مناصب عطا کرتا ہے، محترم اور مقدس بناتا ہے جبکہ ایمان سے محرومی انسان کو ذلت و نکبت اور پستی کے غار عمیق میں پہنچا دیتی ہے۔

بحیثیت مسلم قوم ہمیں اس بات کو ماننا پڑے گا اور تمام مسلمانوں تک یہ بات عام کرنے کی ضرورت ہے کہ ایمان کی دولت سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے اور ایمان کا تعلق محض زبان سے نہیں بلکہ وہ

انسان کے اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایمان کی حقیقت سے عوام کو متعارف کرانا اور ایمان کی حقیقت کو ان کے قلوب میں جاگزیں کرنا نہایت ضروری ہے۔ آج مسلمانوں میں ایک طبقہ وہ پیدا ہو گیا ہے جو ہر طرح کے شرکیہ عمل کو انجام دینے اور غیروں کے تہوار میں شرکت کرنے کے بعد کہتا ہے کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور ہم دل سے مسلمان ہیں۔ ایمان کی حقیقت کیا ہے، ایمان کے تقاضے کیا ہیں ان سب سے پرے وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی و اتباع کو ایمان کا نام دیتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں ڈھکوسلے سے زیادہ اہمیت اور حیثیت نہیں رکھتی ہے۔ مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے اور متبعین کے لئے ایک حد مقرر کی ہے، اگر کوئی اس حد سے تجاوز کرتا ہے تو وہ ظالم ہے۔ مذہب اسلام نے جن باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور جن چیزوں سے رکنے کا حکم دیا ہے ان سے اجتناب ضروری ہے۔

پھیلتے ہوئے فتنہ ارتداد کی روک تھام کے لئے ہمیں حد سے زیادہ سنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے، بلکہ یہ ہماری زندگی کا سب سے بڑا نصب العین ہونا چاہئے۔ کیونکہ بندہ مومن کے لئے اس سے زیادہ ذلت ونکبت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے مذہبی بھائی بہن دیگر افسانوی مذاہب کا دامن تھام لیں۔ زمینی سطح پر قریہ قریہ، گاؤں گاؤں اور گھر گھر جا کر مسلمانوں میں ایمان کی حقیقت، اہمیت و فضیلت سمجھانے کی ضرورت ہے۔ مساجد کے خطباء حضرات کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ عقائد اور توحید کو اپنی تقریر کا موضوع بنائے۔ شرکیہ عمل کی قباحت، غیر اسلامی تہواروں میں شرکت کی کراہت کو زیادہ سے زیادہ عوام الناس کے دلوں میں بٹھانے کی ضرورت ہے۔ مکاتب کے نظام کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے، اور مکاتب کے نصاب میں بنیادی تعلیم کے ساتھ ساتھ بنیادی عقائد اور دین اسلام کی حقانیت سے معصوم دلوں کو منور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ شکوک وشبہات کے تارعنکبوت ان کی ایمانی عمارت کو متزلزل کرنے سے عاجز وقاصر رہے۔ اسکول اور کالج کی تعلیم موجودہ دور میں یقیناً ضروری ہوگئی ہے، اور اس میدان میں مسلم قوم کا آگے بڑھنا ناگزیر ہے، لیکن اسکولی تعلیم اور دنیاوی ترقیات سمیت مذہبی تشخصات اور دین اسلام کی پیروی امر لابد ہے۔ کنوینٹ اور غیروں کی تعلیم گاہوں میں پڑھنے والے طلبہ کے لئے بنیادی مذہبی تعلیمات کو ضروری قرار دیا جائے تاکہ وقت کے تھپیڑے ان کی غیرت ایمانی کے سامنے خس وخاشاک ثابت ہوں۔ مکاتب کا ایسا نظام مرتب کیا جائے جس میں پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہر طالب علم

دین کے بنیادی عقائد اور ایمان کی حقیقت سے مکمل طور پر آشنا ہو جائے۔

ایمان اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ سب سے قیمتی تحفہ ہے۔ ایمان کی دولت کے بغیر انسان کے اعمال رب کریم کی بارگاہ میں کوئی معنویت نہیں رکھتے ہیں۔ کس قدر بدنصیب ہے وہ شخص جو چند دنوں کی خوشی کے لئے ذات صمدیت کی بارگاہ سے روگردانی کر کے شیطانی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہو جائے۔ چند روزہ راحت و اطمینان کے حصول کے لئے دائمی ناز و نعمت اور فرحت و مسرت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حماقت و غباوت کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان پاک، پاکیزہ، طاہر اور مقدس رشتوں کی ڈور سے الگ ہو کر ناپاک اور نجس تعلق میں منہمک ہو جائے۔ حلال اور پاکیزہ رزق کو چھوڑ کر حرام مال سے اپنی دنیا بنانے کی فکر میں سرگرداں رہنے والوں سے زیادہ محروم القسمت کون ہو سکتا ہے۔

پھیلتے ہوئے فتنہ ارتداد کے تعلق سے علما طبقہ کو سب سے زیادہ متفکر ہونا چاہئے اور یہ طبقہ اپنی وسعت کے بقدر روک تھام کی کوشش میں مصروف عمل بھی ہے۔ لیکن کیا یہ ذمہ داری صرف علما طبقہ کی ہے۔ اس سلسلہ میں والدین بھی برابر کے ذمہ دار ہیں۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہمیشہ اور ہر وقت اپنے بچوں کو نگہداشت میں رکھیں۔ جس طرح ان کی تعلیم اور اچھے نمبرات کے لئے متفکر اور کوشاں رہتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ان کے ایمان کے متعلق فکرمند رہنے کی ضرورت ہے۔ وقتاً فوقتاً ان سے دینی امور اور عقائد پر بات چیت کرنے کی ضرورت ہے۔ دین کے مسائل کو بیان کرنے ان کی اہمیت بچوں کے دلوں میں بٹھانے کی ضرورت ہے۔ ہر بچہ کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوا کرتی ہے، اگر یہاں اسے دین اسلام اور ایمان کی صداقت و حقانیت کی تعلیم مل گئی اور اس کے بنیادی عقائد مضبوط ہو گئے تو بعد کے ادوار میں وہ یقیناً باطل خیالات کے سامنے دیوار آہنی بن کر کھڑے ہوں گے۔ عہد طفلی کی تربیت زندگی بھر ساتھ رہے گی اور جو تعلیم ماں کی مہد سے ملی ہے وہ لحد تک ساتھ رہے گی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

استقبال رمضان اور رسول ﷺ کا طرز عمل

مولانا ڈاکٹر محمد کمال اختر قاسمی ❖

رمضان المبارک ایسا عظیم الشان اور بابرکت مہینہ ہے، جس میں خالق کائنات کی طرف سے بے پناہ رحمتوں، نعمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے، ظاہری کائن ات میں جس طرح موسم بہار ہوتا ہے، جس میں تمام چیزیں حسین اور دیدہ زیب ہوجاتی ہیں ٹھیک اسی طرح روحانی کائنات کا موسمِ بہار ماہ رمضان ہے ،جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو نازل فرمایا جس میں کائنات کو تر و تازگی بخشنے کے تمام وسائل موجود ہیں، یہ قران رشد و ہدایت بھی فراہم کرتا ہے اور حق و باطل، خیر و شر اور نفع و ضرر کے درمیان تمیز کرنے کا پیمانہ بھی۔ رمضان المبارک کی عظمت اور اس کے فیوض و برکات کے اثرات ملاء اعلی میں بھی ہر طرف چھائے رہتے ہیں، یہ ایسا موسم بہار ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول کے ﷺ نے فرمایا: إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ. (۱)

رمضان المبارک ایسا سدا بہار مہینہ ہے جس کی ایک ایک ساعت برکتوں اور سعادتوں سے معمور ہے جس میں گناہوں کی مغفرت اور نیکیوں کی قدر و قیمت میں بے پناہ اضافہ کردیا جاتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّإِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (۲)

''جو شخص بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔''

ایک دوسری روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ، إِيْمَاناً

❖ ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ إبلیس وجنودہ، رقم: ۳۱۰۳) ''جب ماہ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو پابہ زنجیر کردیا جاتا ہے۔''

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الصلاۃ التراویح، باب فضل لیلۃ القدر، رقم: ۱۹۱۰

وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (۱)

''جس نے رمضان میں بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

رمضان کی عظمت واہمیت اوراس میں موجود بے شمار برکات کا تقاضا ہے کہ پورے شوق ورغبت کے ساتھ پہلے سے ہی اس کی تیاری کی جائے ،اس کا استقبال کیا جائے اوراس کے لئے باضابطہ منصوبہ بندی کی جائے تاکہ اس کی کوئی ساعت غفلت اور بے توجہی کا شکار نہ ہو پائے ،استقبال رمضان کے لئے ضروری ہے کہ روزہ ،قران مجید کی تلاوت وتدبر،اجتماعی مطالعہ قران،تراویح ،نفل نمازیں اوراذکار،شبِ قدر میں قیام، اعتکاف، اِنفاق ،لوگوں کو افطار کرانے کا اہتمام، صدقہ فطر کی ادائیگی اسی طرح دیگر مصروفیات کوکم سے کم کرنے اورغیر ضروری سفر کوملتوی کرنے کے لئے پہلے سے پلاننگ کی جائے۔

آسمان پر رمضان کا استقبال

رمضان کے استقبال کی تیاریاں عالم بالا میں بھی خوب زوروشور سے کی جاتی ہیں اوراستقبال رمضان کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے،رمضان کے استقبال میں شیاطین اورسرکش جناتوں کوقید کردیا جاتا ہے،جہنم کے دروازے بندکردیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں،اللہ کے خصوصی انعام واکرام اوررحمت وبرکات کے دہانے کھول دئے جاتے ہیں،خیروبرکت کے طلب گاروں کے لئے نیکیوں کے حصول کوآسان کردیا جاتا ہے۔ایک حدیث میں ارشاد ہے:

''إذا كان اول ليلة من شهر رمضان، صفدت الشياطين ومردة الجن، وغلقت ابواب النار فلم يفتح منها باب، وفتحت ابواب الجنة فلم يغلق منها باب، وينادی مناد يا باغی الخير اقبل، ويا باغی الشر اقصر، ولله عتقاء من النار وذلك كل ليلة. (۲)

''جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطان اورسرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں،جہنم کے دروازے بندکردیئے جاتے ہیں،ان میں سے کوئی بھی دروازہ کھلانہیں رکھا جاتا۔اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں،ان میں سے کوئی بھی دروازہ بندنہیں کیا جاتا،پکارنے والا پکارتا ہے۔اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ،اورشر کے طلب گار!رک جااوراللہ کے بہت سے بندے آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں اورایسا (رمضان کی) ہررات کوہوتا ہے۔''

(۱) بخاری،الصحیح ،کتاب الایمان ،باب تطوع قیام رمضان من الایمان،رقم:۳۷

(۲) سنن ترمذی۔کتاب الصیام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ

ایک دوسری روایت کے مطابق رمضان کا چاند دیکھنے پر آنحضور ﷺ نے خیر و برکت اور سلامتی کی دعا مانگی اور اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

ایھا الناس، ان ھذا شھر رمضان، غلت فی الشیاطین و غلقت فیه ابواب جھنم و فتحت فیه ابواب الجنان و نادی مناد کل لیلة، ھل من سائل فیعطی، ھل من مستغفر فاغفر له. (۱)

''اے لوگو! یہ رمضان کا مہینہ ہے۔ اس میں شیاطین جکڑ دیئے گئے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے گئے ہیں اور اس میں جنتوں کے دروازے کھول دئے گئے ہیں۔ اور ہر رات کو منادی اعلان کرے گا کہ کیا کوئی مانگنے والا ہے تاکہ اسے عطا کیا جائے، کیا کوئی بخشش کا طلبگار ہے تاکہ میں اسے بخش دوں۔''

اللہ کے رسول ﷺ اس ماہ مبارک کا والہانہ استقبال فرماتے تھے، استقبال رمضان کے اہتمام کے لئے اللہ کے رسول کے طرز عمل کو جاننا ضروری ہے تاکہ رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے استفادہ کیا جا سکے اور ان خرافات سے بچا جائے جن کو استقبال رمضان کے نام پر دین کا حصہ بنالیا گیا ہے۔

رمضان کا انتظار

رمضان جس قدر خیر و برکات اور نعمت و رحمت والا مہینہ ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس کا انتظار کیا جائے شوق مغفرت اور اپنے دامن کو رحمتوں سے بھرنے کی تڑپ میں اس ماہ مبارک کی آمد پر پلکیں بچھائی جائیں، اللہ کے رسول ﷺ رمضان کا انتظار رجب اور شعبان سے کرتے، رمضان کے پانے کی تڑپ بڑھ جاتی تھی اور آپ کی محفلوں اور مجالس میں رمضان سے پیشتر ہی رمضان کا تذکرہ شروع ہو جاتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول ﷺ رجب کے مہینہ کا چاند دیکھتے تو یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

''اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی رَجَبَ وَشَعْبَانَ و بلِّغْنا رمَضَان'' (۲)

''اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما، اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دے۔ آپ ﷺ یہ دعا بھی فرماتے تھے: **اللھم سلمنی لرمضان وسلم رمضان لی و سلمه لی متقبلا. (۳)**

---

(۱) فضائل رمضان لابن ابی دنیا۔ صفحہ ۴۶۔ حدیث نمبر ۲۰

(۲) مسند احمد: ۲۲۵۷۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الجمعہ، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۹۶۳۱، دار الکتب العلیہ

(۱) الدعاء للطبرانی، حدیث نمبر: ۸۳۹

’’اے اللہ! مجھے رمضان کے لیے اور رمضان کو میرے لیے صحیح سالم رکھیۓ اور رمضان کو میرے لیے سلامتی کے ساتھ قبولیت کا ذریعہ بنا دیجئے۔‘‘

اس دعا میں آپ ﷺ کی طلب اور رمضان تک پہنچنے کی شدید تڑپ کا اندازہ ہوتا ہے، یہ اس بات کی دعا تھی کہ خیریت وعافیت اور صحت کے ساتھ ہمیں رمضان تک پہنچا دے تاکہ رمضان کی برکات حاصل ہوسکیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ: ’’ان مہینوں میں ہماری طاعت وعبادت میں برکت عطا فرما، اور ہماری عمر لمبی کر کے رمضان تک پہنچا؛ تاکہ رمضان کے اعمال روزہ اور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کر سکیں‘‘۔(۱)

شعبان سے ہی روزہ کا ریہرسل

جب شعبان کا مہینہ شروع ہو جائے تو استقبال رمضان کے لئے پیشگی تیاری کرنی چاہیے، بطور خاص روزہ کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ رمضان کا روزہ گراں محسوس نہ ہو، اللہ کے رسول ﷺ شعبان میں روزہ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، شعبان کے آتے ہی ذوق وشوق مزید بڑھ جاتا اور آپ کے روز وشب رمضان کی طرح ہو جاتے۔ رمضان کی برکات سے فیضیاب ہونے کے لئے یہ روزے رکھنا ایک طرح کی عملی مشق اور ریہرسل تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يصوم، حتى نقول: لا يفطر، ويفطر حتى نقول: لا يصوم، فما رايت رسول الله ﷺ استكمل صيام شهر إلا رمضان، وما رايته اكثر صياما منه في شعبان. (۲)

’’رسول اللہ ﷺ شعبان کے مہینہ میں اس قدر نفلی روزے رکھتے کہ ہمیں محسوس ہوتا گویا آپ مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے۔ اور جب روزہ رکھنا چھوڑ دیتے تو ہمیں لگتا کہ آپ مزید روزے نہ رکھیں گے۔ نیز آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رمضان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کے نفلی روزے رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔‘‘

استقبال رمضان کا یہ ایک طریقہ تھا کہ شعبان سے ہی نفلی روزوں کا اہتمام فرماتے اور رمضان کی تیاری کے پیش نظر اس کثرت سے روزے رکھتے کہ دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا کہ آپ نے پورے مہینہ کا

(۱) مرقاۃ المفاتیح: ۳/۸۱۴، دار الکتب العلمیہ

(۲) صحیح بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب صوم شعبان

روزہ رکھا ہے۔صحیح مسلم کی روایت کے مطابق آپؐ صحابہ کو بھی شعبان کے مہینہ میں روزہ رکھنے کی ترغیب دلاتے۔حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں:

انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال له او لآخر:'' اصمت من سرر شعبان؟قال: لا، قال: فإذا افطرت فصم یومین.(۱)

''رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:''تم نے شعبان کے اول میں کچھ روزے رکھے؟انہوں نے کہا:نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''جب تم افطار کے دن تمام کرلوتو دودن روزے رکھو۔''

رمضان کے روزے کے لئے تازہ دم ہونا

استقبالِ رمضان کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ شعبان اور رمضان کے درمیان فصل کرتے ،یعنی شعبان کے اکثر ایام میں روزہ رکھتے لیکن شعبان کے آخر میں روزہ نہیں رکھتے تھے بلکہ تازہ دم اور ہشاش بشاش رہنے کے لئے کھاتے پیتے اور صحابہ کو بھی شعبان کے آخری ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرماتے تاکہ شعبان کے مہینہ کو رمضان میں داخل ہونے کے لئے روحانی اور اخلاقی تربیت کرتے ہوئے گزارا جائے اور رمضان کی آمد سے قبل روزے رکھنے چھوڑ دئے جائیں تاکہ فرحت وبشاشت،صحت مندی اور تازگی کے ساتھ رمضان کا آغاز ہو اور رمضان کے روزوں کی لذتوں کا الگ احساس ہو۔چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے:

لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین.(۲)

''رمضان سے ایک دودن قبل روزہ نہ رکھا جائے۔''

بعض روایات کے مطابق شعبان کے نصف آخر میں روزہ نہ رکھنے کی تلقین فرماتے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب آدھا شعبان گزرجائے تو پھر روزے نہ رکھو۔''(۳)

استقبال رمضان کے لئے اللہ کے رسول کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ شعبان کے ایام گن گن کر گزارتے اور لوگوں کو بھی شعبان کے ایام باربار شمار کرنے کی تاکید فرماتے ،تاکہ رمضان کی اہمیت بھی ملحوظ رہے،رمضان کی آمد کے پیش نظر شعبان کی تاریخوں کا بھی حساب رکھا جائے اور رمضان کے ایام کسی بھی

---

(۱) صحیح مسلم۔کتاب الصیام۔باب صوم سرر شعبان

(۲) صحیح بخاری۔کتاب الصوم۔بَابُ لاَ یَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ وَلاَ یَوْمَیْنِ

(۳) سنن دارمی۔کتاب الصوم۔باب النَّهْیِ عَنِ الصَّوْمِ بَعْدَ انْتِصَافِ شَعْبَانَ

طرح کی کوتاہی یا غفلت کے نذر نہ ہونے پائے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے تھے:

احصوا هلال شعبان لرمضان. (۱)

''شعبان کے چاند رمضان کے انتظار میں گن گن کر گزارو۔''

رمضان کا بار بار تذکرہ اور یاددہانی

استقبال رمضان کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ رمضان کی آمد جوں جوں قریب ہوتی جاتی اسی قدر رمضان کے تذکرہ میں اضافہ ہوتا جاتا، بار بار رمضان کی یاددہانی کرائی جاتی، کبھی رمضان کی ترغیب دلائی جاتی، کبھی رمضان اور اس کے روزے کی اہمیت اور اس کے فوائد سے واقف کرایا جاتا، اس طرح پورے طور پر رمضان کا ماحول برپا کردیا جاتا تاکہ رمضان کے تعلق سے کوئی شخص کسی بھی طرح کی غفلت کا شکار ہوکر اس کے بے شمار فوائد و برکات سے محروم نہ رہ سکے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو وعظ فرمایا اور رمضان کی آمد کی خبر دیتے ہوئے ایک طویل خطبہ دیا جس میں رمضان کی اہمیت، شب قدر کی تلاش، غمخواری اور مواسات کی ترغیب، کلمہ طیبہ اور استغفار کی تاکید اور جنت کی طلب اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: ''سنو! سنو! تم پر ایک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے جو بہت بڑا اور بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنا فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو ثواب ٹھہرایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کوئی نفلی نیکی بجالائے گا تو وہ ایسے ہی ہے جیسا کہ عام دنوں میں فرض کا ثواب ہو اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے گا وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کرے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھادیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے نجات کا سبب ہوگا اور اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ہوگا مگر روزہ دار کے ثواب سے کچھ بھی کمی نہیں ہوگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (یہ ثواب پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) بلکہ اگر کوئی شخص ایک کھجور سے روزہ افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ کا پلادے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی یہ ثواب مرحمت فرمادے گا۔ یہ ایسا مہینہ ہے

---

(۱) سنن ترمذی۔ کتاب الصیام عن رسول اللہ ﷺ

کہ اس کا اول حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام اور نوکر کے بوجھ کو ہلکا کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور آگ سے آزادی عطا فرمائے گا۔ اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت کیا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے لیے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کراتے ہوئے پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائے گا جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔''(۱)

رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام اور حصول برکات کی دعا

اللہ کے رسول کے استقبال رمضان کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ چاند دیکھنے کا اہتمام فرماتے اور رمضان کا چاند دیکھ لینے کے بعد رمضان کی برکتوں کی حصول اور اس کے تقاضے کی تکمیل کی توفیق کی دعاؤں کا اہتمام فرماتے۔ حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر جب آپ نے رمضان کا چاند دیکھا تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر یہ جامع دعا کی:

اَللّٰھم اھله علینا بالامن والایمان والسلامة والاسلام والعافیة المجلله، ورفع الاسقام والعون علی الصیام والصلوٰة وتلاوة القرآن، اللھم سلمنا لرمضان وسلمه لنا، وتسلمه منا حتی یخرج رمضان وقد غفرت لنا ورحمتنا وعفوتنا.(۲)

''اے اللہ اسے (رمضان کے چاند کو) ہم پر امن، ایمان، سلامتی اسلام، عظیم عافیت کے ساتھ طلوع فرما۔ اور بیماریوں کو دور کرنے، روزوں، نماز، تلاوت قرآن کے لئے مددگار کے طور پر (طلوع ہو) اے اللہ! ہمیں رمضان کے لئے سلامت رکھیو اور رمضان کو ہمارے لئے سلامتی کا موجب بنا۔ اور اسے ہم سے اس حالت میں واپس لے کہ رمضان جائے اور تو ہمیں بخش چکا ہو، ہم پر رحم فرما چکا ہو اور ہم سے درگزر فرما چکا ہو۔''

(۱) صحیح ابن خزیمة: باب فضائل شهر رمضان - رقم الحدیث: ۱۸۸۷

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۹۷۹۸ ۔ فضائل رمضان لابن ابی دنیا ۔ حدیث نمبر: ۲۰

قسط (۲)

حضرت مولانا حافظ محمد احمد نانوتویؒ

مولانا محمد معاذ لاہوری❖

حضرت مولانا ظفر الدین بھرتپوری مدظلہ اپنی تصنیف ''محافظ ربانی بتاریخ مدرسہ عبدالرب دہلی'' میں حضرت محدث امروہیؒ کے تذکرہ میں بحث کے بعد نتیجہ یوں نکالتے ہیں:

''اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امروہوی مدرسہ عبدالرب میں تقریباً ۱۲۹۲ھ تا ۱۲۹۶ھ تک رہے۔''(۱)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد نانوتویؒ کا حضرت مولانا احمد حسن امروہویؒ سے استفادہ مدرسہ عبدالرب دہلی میں ہے نا کہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں، کیوں کہ مدرسہ شاہی کا اس وقت تک وجود ہی نہیں تھا، فافہم وتدبر۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا آخری سفرحج شوال ۱۲۹۴ھ اکتوبر ۱۸۷۷ء میں پیش آیا، اس موقع پر آپؒ نے حضرت حافظ صاحبؒ کو تعلیم کی غرض سے دیوبند بلوا لیا تھا(۲)۔ اس کے بعد کی تعلیم کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ دیوبند ہی میں رہا۔ روداد دارالعلوم میں ۱۲۹۵ھ تا ۱۳۰۰ھ کی رودادوں میں مسلسل آپ کا تذکرہ ملتا ہے سوائے ۱۲۹۸ھ کی روداد کے۔ ذیل میں ہم ان رودادوں سے آپؒ کی تعلیمی تفصیلات نقل کرتے ہیں۔

خوش قسمتی کہئے کہ حافظ صاحبؒ دیوبند کے پانچ سالہ تعلیمی دور میں سے ابتدائی دو سالوں کے نقشہ اسباق بھی روداد میں طبع ہوئے ہیں، اس لئے کتب مقروءۃ اور محصلہ نمبروں کے ساتھ ساتھ اساتذہ کرام کے نام بھی درج کئے جاتے ہیں۔

❖ استاذ جامعہ اسلامیہ فریدیہ، لاہور

(۱) محافظ ربانی، بتاریخ مدرسہ عبدالرب دہلی، تالیف: مولانا ظفر الدین قاسمی بھرتپوری، صدرالمدرسین مدرسہ عبدالرب دہلی، ناشر: مدرسہ عبدالرب، کشمیری گیٹ، دہلی، طباعت اگست ۲۰۲۱ء، ص: ۱۲۶

(۲) دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص: ۸۵

۱۲۹۴ھ-۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء-۱۸۷۷ء

۵۰: حافظ احمد، ساکن نانوتہ

کتاب	استاذ	حاصل کردہ نمبر
تہذیب		۲۲
مرقات		۲۰
شرح ملا	حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ (۱)	۱۹ (۲)

۱۲۹۵ھ-۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء-۱۸۷۸ء

حافظ احمد، ساکن نانوتہ

کتاب	استاذ	نمبر	کیفیت
مختصر المعانی	شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی	۲۰ ۱/۴	تحریری
قطبی تصدیقات (۳)	شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	۱۹ ۱/۲	تحریری
تلخیص المفتاح	حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ	۲۰	تقریری
شرح تہذیب	حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ	۲۰	تقریری
کنز الدقائق باب الرجعت (۴)	حضرت مولانا ملا محمود دیوبندیؒ (۵)	۱۸	تقریری

انعامی کتب: شرح وقایہ خورد، شرح عقائد، میبذی (۶)

۱۲۹۶ھ-۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء-۱۸۷۹ء حافظ احمد نانوتوی

نام کتاب	نمبر	کیفیت
نور الانوار	۲۰	تحریری
شرح وقایہ (۷)	۱۸	تحریری
نفحۃ الیمن (۸)	۲۱	تقریری

(۱) روداد سال دوازدہم اسلامی مدرسہ عربی دیوبند، بابت طبع مطبع قاسمی، دیوبند، ۱۲۹۴ھ، ص:۲۲

(۲) روداد سال سیزدہم اسلامی مدرسہ عربی دیوبند بابت، طبع مطبع قاسمی، دیوبند ۱۲۹۵ھ، ص:۲۳

(۳) روداد سال چہاردہم اسلامی مدرسہ عربی دیوبند، بابت ۱۲۹۶ھ، طبع: مطبع ہاشمی میرٹھ، ص:۱۸

(۴) روداد سال چہاردہم اسلامی مدرسہ عربی دیوبند، بابت ۱۲۹۶ھ، طبع: مطبع ہاشمی میرٹھ، ص:۱۹

(۵) روداد مدرسہ عربی دیوبند، بابت ۱۲۹۵ھ، ص:۲ (۶) روداد مدرسہ عربی دیوبند، ۱۲۹۶ھ، ص:۱۹، ۱۸

(۷) روداد سال پانزدہم، اسلامی مدرسہ عربی دیوبند، بابت ۱۲۹۷ھ، طبع: مطبع مجتبائی، دہلی، ص:۱۰

(۸) روداد سال پانزدہم، اسلامی مدرسہ عربی دیوبند، بابت ۱۲۹۷ھ، طبع: مطبع مجتبائی، دہلی، ص:۱۱

انعامی کتب: سلّم العلوم، عجالہ نافعہ (۱) ۱۲۹۷ھ-۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء-۱۸۸۰ء
اس سال آپ کی تعلیم کا تذکرہ روداد میں نہیں۔

۱۲۹۸ھ-۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء-۱۸۸۱ء ۲۳-حافظ احمد نانوتوی

کتاب	نمبر	کتاب	نمبر
ہدایہ اول	۲۰	شمائل ترمذی	۱۹۱/۳
مشکوٰۃ شریف	۱۹۲/۳	دیوان متنبّی	۱۹۱/۳ (۲)

انعام کتاب: تقریر دلپذیر

۱۲۹۹ھ-۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء-۱۸۸۲ء ۲-حافظ احمد نانوتوی

(۲) مولوی حافظ احمد صاحب نانوتوی خلف الرشید جناب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم (۳)

نام کتاب	استاذ	نمبر
مسلم شریف	حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	۱۹۲/۳
ترمذی شریف	حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ	۱۹۲/۳
ابوداؤد شریف	حضرت مولانا ملا محمود دیوبندیؒ	۱۹۲/۳
ابن ماجہ شریف	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	۱۹۲/۳

انعامی کتاب: تقریب التہذیب

مولانا محمد احمد نانوتویؒ کا دیوبند میں طلب علمی کل دورانیہ شوال ۱۲۹۴ھ تا شعبان ۱۳۰۰ھ پانچ سال ہے، کیوں کہ ۱۲۹۷ھ-۱۲۹۸ھ والے سال آپ کا تعلیمی ریکارڈ مہیا نہیں، بعض تذکروں میں اس سال آپ کا مدرسہ عربیہ تھانہ بھون برائے تدریس جانا لکھا ہوا ہے، مگر دورانِ طالب علمی تدریس کے لئے بھیجنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلمولانا محمد احمد نانوتویؒ کے اساتذہ کرام کی تفصیل ابتدائی دوسالوں کی تو روداد سے شامل ہے، جب دورۂ حدیث کے سال کی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی بیان کردہ ترتیب پر قیاس ہے۔(۴) مشہور یہ ہے کہ

---

(۱) روداد سال پانزدہم، اسلامی مدرسہ عربی دیوبند، بابت ۱۲۹۷ھ، طبع: مطبع مجتبائی، دہلی، ص: ۱۱،۱۰

(۲) روداد سال ہفت دہم، مدرسہ عربی اسلامی دیوبند، بابت ۱۲۹۹ھ، طبع مطبع احمدی دہلی، باہتمام احمد حسن خان، ص: ۲۶

(۳) روداد سال ہیج دہم، اسلامی مدرسہ عربی دیوبند، ۱۳۰۰ھ، طبع: مطبع ہاشمی، میرٹھ ص: ۱۳

(۴) حضرت تھانوی کی کتب حدیث پڑھنے کی تفصیل اس طرح ہے: ۱-۱۲۹۸ھ-۱۲۹۹ھ: بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک اور موطا امام محمد (روداد: ۱۲۹۹ھ، ص: ۲۳) ۲-۱۲۹۷ھ-۱۲۹۸ھ: صحیح مسلم (روداد: ۱۲۹۸ھ: ۳۰) ۳-۱۲۹۶ھ-۱۲۹۷ھ: جامع ترمذی (روداد: ۱۲۹۷ھ، ص: ۱۵) ۴-۱۲۹۵ھ-۱۲۹۶ھ: شمائل ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح (روداد: ۱۲۹۶ھ، ص: ۱۶) اساتذہ حدیث کی تفصیل حضرت تھانوی کے ثبت سبعہ سیارہ یا احد اعشر کو کبا میں مل جائے گی۔ لاہوری۔

حضرت تھانویؒ نے حضرت حافظ صاحب سے ایک سال قبل ۱۲۹۸ھ-۱۲۹۹ھ میں اکثر کتب حدیث پڑھی تھیں

مندرجہ بالا تفصیل سے ایک مغالطہ بھی دور ہوتا ہے کہ حضرت حافظ صاحب نے دیوبند میں ترمذی کے صرف چند اسباق حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ سے پڑھے تھے،(۱) جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے احادیث کی کتب عشرہ میں سے صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، شمائل ترمذی اور مشکوٰۃ شریف کی تعلیم دیوبند ہی میں حاصل کی، جن میں سے صحیح مسلم کا بعض حصہ اور سنن ابن ماجہ حضرت شیخ الہندؒ سے متعلق تھے۔

حضرت مولانا محمد احمد نانوتویؒ دار العلوم کے قابل ترین طالب علم تھے، دار العلوم دیوبند کا اس وقت کا امتحان انتہائی سخت تھا، کل نمبر ۲۰، جب کہ کامیابی کے لئے کم از کم نمبر ۱۷ تھے۔ طالب علم کی استعداد سے متاثر ہوکر ممتحن ۲۰ سے اضافی نمبر بھی دیدیا کرتے تھے، حافظ صاحبؒ نے اکثر کتب میں ۲۰ جبکہ بعض کتب میں اضافی انعامی نمبر حاصل کئے انعام کے حق دار قرار پائے۔

گنگوہ شریف: دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ تفسیر اور صحاح ستہ کی تکمیل کے لئے فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہوئے، حضرت گنگوہیؒ دار العلوم کے سرپرست تو تھے ہی، حضرت حافظ صاحبؒ کے لئے بھی مثل والد تھے، آپ حضرت نانوتویؒ کا صاحب زادہ ہونے کی وجہ سے حافظ صاحبؒ کا بہت ہی اکرام فرماتے، حضرت حافظ صاحب نے حضرت گنگوہیؒ سے کتب حدیث کے ساتھ ساتھ تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی بھی پڑھی۔(۲)

حضرت گنگوہیؒ رحمہ اللہ کی خدمت میں آپ شوال ۱۳۰۰ھ میں حاضر ہوئے، کل مدت استفادہ متعین نہیں، امکان یہی ہے کہ آپ کا قیام دو سال رہا ہوگا، تکمیل حدیث کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے حافظ صاحب کو سند حدیث سے نوازا۔ حضرت گنگوہیؒ کا عطا فرمودہ یہ تبرک سلطنت آصفیہ نظام حیدرآباد دکن کے نواب میر برکت علی خان صدیقی عرف مکرم جاہ بہادر کے کاغذات میں موجود ہے، دکن کے رہائشی ہمارے کرم فرما حضرت مولانا یٰسین صاحب مدظلہم ناظم جامعہ طبیہ، حیدرآباد دکن نے اپنی کتاب ''شیخ الاسلام بزمانہ قیام حیدرآباد دکن'' کی تسوید کے دوران موصوف سے ان دستاویزات کی نقل حاصل کی تھی۔ یہ دستاویزات حوادث زمانہ کی نظر ہوگئے، موصوف ایک مرتبہ پھر ان تبرکات کے حصول کی کوششوں میں سرگرداں ہیں، اللہ کریم ان کو اس میں کامیابی عطا فرمائے، حضرت گنگوہیؒ کا عطا فرمودہ یہ اجازت نامہ بازیاب ہوجاتا ہے تو اس سے حافظ صاحب کی گنگوہ شریف میں کل مدت قیام اور تعلیم واضح ہوجائیں گی۔ (جاری)

---

(۱) عکس احمد، ص: ۵۷،۵۶

(۲) تاریخ دار العلوم دیوبند مرتب: سید محبوب رضوی، جلد: ۲، ص: ۲۲۹

آخری قسط

قرآنِ کریم کی طب سے متعلق
آیات کا عصری تناظر میں مطالعہ

ڈاکٹر فہد انوار❖

صفائی ستھرائی سے متعلق قرآنی آیات

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِين. (۱)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طرف کثرت سے رجوع کریں، اور ان سے محبت کرتا ہے جو خوب پاک صاف رہیں۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرين. (۲) اللہ پاک صاف لوگوں کو پسند کرتا ہے

اس آیت کے شانِ نزول میں حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے متعدد روایات نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے اس آیت میں جن لوگوں کی تعریف بیان کی گئی ہے وہ پانی سے استنجا کا اہتمام کرتے تھے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اہلِ قبا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے، تم لوگ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ (۳)

وَثِيَابَكَ فَطَهِّر. (۴) اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو اپنے کپڑے پاک رکھنے کا حکم دیا گیا۔ مشرکین طہارت کا اہتمام نہیں کرتے تھے، ان کے برعکس رسول اللہ ﷺ کو پاک وصاف رہنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام صفائی اور پاکیزگی کا کتنا خیال رکھتا ہے۔ (۵)

البِسوا من ثيابِكُم البياضَ فإنّها مِن خيرِ ثيابِكُم، وَكَفِّنوا فيها موتاكم. (٦)

❖ مدرس کلیۃ العلوم الاسلامیہ اسلام آباد / استاد شعبہ فزیالوجی راولپنڈی میڈیکل یونیورسٹی

(۱) البقرۃ: ۲۲۲ (۲) التوبۃ: ۱۰۸ (۳) تفسیر ابن کثیر ص ۱۹۰، ج ۴
(۴) المدثر: ۴ (۵) ابن کثیر، ج ۸، ص: ۲۶۸ (۶) سنن ابوداود، کتاب الطب، باب الامر بالکحل، رقم: ۳۸۷۸

روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سفید لباس پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ ہے۔

حدثِ اکبر (بڑی ناپاکی) سے پاک ہونے کے لیے غسل لازمی قرار دیا گیا جبکہ حدثِ اصغر (چھوٹی ناپاکی) سے پاک ہونے کے لئے وضو لازمی کیا گیا۔ ایسے ہی بول و براز کے بعد پانی سے استنجا مقرر کیا گیا۔ یہ تمام اقدامات جسم کی صفائی وستھرائی اور بیماریوں کی روک تھام میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ موجودہ عالمگیر وبا کورونا کے پھیلاو کی احتیاطی تدابیر میں ہاتھوں کو بار بار دھونے کی تاکید کی جاتی ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق طہارت کے اصولوں کا خیال رکھنے اور نمازِ پنج گانہ کے لئے وضو کرنے سے یہ حفاظتی تدبیر خود بخود ادا ہو جاتی ہے۔ گویا اسلام کے پیروکار یہ کہتے نظر آرہے ہیں:

تنگ آجائے گی اپنے چلن سے آخر دنیا ☆ تجھ سے سیکھے گا زمانہ تیرے انداز کبھی

غذا سے متعلق ہدایات

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّباً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ. (۱)

اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

آیتِ کریمہ میں غذا سے متعلق دو معیار ذکر کیے گئے ہیں:

اول: حلال ہو۔ دوم: پاکیزہ ہو۔

درحقیقت طیب (پاکیزہ ہونا) حلال ہی کی تاکید ہے کیونکہ شریعت کی حلال کردہ تمام اشیاء پاکیزہ ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی تعریف میں ارشادِ ربانی ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (۲)

وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا

---

(۱) البقرۃ: ۱۶۸ (۲) الاعراف: ۱۵۷

اوران پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اوران سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

چنانچہ شریعت نے جن اشیاء کا کھانا پینا حرام کیا ہے، وہ اشیاء ایک نفیس ذوق اور سلیم طبیعت رکھنے والے شخص کے نزدیک بھی ناپسندیدہ ہیں۔ حشرات الارض، درندے، مردار اور نجاست کھانے والے پرندوں سے ایک عام آدمی بھی گھن محسوس کرتا ہے اور صحت کے لئے ان کا مضر ہونا بھی واضح ہے۔ خنزیر اور شراب کے برے اور تباہ کن اثرات کا مشاہدہ مغربی دنیا اور ان کے ہمنواوں میں بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ شراب پینے سے آدمی کی عقل تو متاثر ہوتی ہی ہے جس کی وجہ سے وہ واہی تاہی بھی بکتا ہے لیک جسمانی صحت پر بھی اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ شراب دل کے دورے کے امکانات بڑھاتی ہے، معدہ اور جگر کو شدید متاثر کرتی ہے جس کے نتیجے میں پورا بدن متاثر ہوتا ہے۔ یورپ اور امریکا میں ٹریفک ایکسیڈنٹ کی ایک اہم وجہ شراب وغیرہ کے نشے میں ڈرائیونگ کرنا بھی ہے۔ قرآنِ کریم شراب کو گندگی اور شیطانی عمل قرار دیتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (۱)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر، یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

قرآن حکیم میں خنزیر کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے:۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ. (۲)

ترجمہ: تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر

---

(۱) المائدہ:۹۰ (۲) المائدہ:۳

جو تم ذبح کرلو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو۔ یہ سراسر نافرمانی ہے۔ آج وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تمہارے دین سے مایوس ہو گئے، تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمھارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا، پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

ایک مسلمان کے لئے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول ﷺ کا ارشاد ہی کافی ہے لیکن ہم جدید سائنسی تحقیقات سے بھی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر حکیم سید قدرت اللہ قادری سابق پرنسپل نظامیہ میڈیکل کالج حیدرآباد اپنی وقیع تصنیف اسلام اور جدید میڈیکل سائنس میں لکھتے ہیں:

جدید تحقیقات (پریونٹو اینڈ سوشل میڈیسن) نے ثابت کر دیا کہ اس کے اندر بے حد نقصانات ہیں۔ اس کے خون مین عام خون کی طرح یورک ایسڈ ہے جو ہر جاندار کے خون میں ہوتا ہے۔ اور ذبیحہ کی صورت میں خون سے خارج ہو جاتا ہے مگر سور کے اندر اس کے خون سے اس کا اخراگ نہیں ہو پاتا اس لئے کہ سور کےکے عضلات اور ان کی ساختیں کچھ اس قسم کی واقع ہوئی کی اس کے خون سے اس کا اخراج نہیں ہو پاتا۔ اس لیے کہ سور کے عضلات اور ان کی ساختیں کچھ اس قسم کی واقع ہوئی کی اس کے خون سے یورک ایسڈ دو فی صد خارج ہوتا ہے اور باقی حصہ اس کے جسم کا جزو بنا رہتا ہے۔ چنانچہ سور خود بھی ہمیشہ جوڑوں کے درد میں ن مبتلا رہتا ہے (اور اس کا گوشت کھانے والے بھی شدید جوڑوں کے درد میں ن مبتلا رہتے ہیں) اور اس کا گوشت کھانے والے بھی شدید وجعِ مفاصل (Arthritis) اور زہریلی پیچش اور دیگر بیماریوں ں مین جن کی تفصیل ہم طبِ جدید کی قابلِ قدر کتب فراڈرک کی پرائس اور بیومانٹ میں بڑی تفصیل سے سور کے جراثیم کی نوعیّتوں اور اس کے مضر اثرات پر کئی صفحات لکھے ہوئے ہیں، ہم مختصراً لکھتے ہیں اسی کے چند مشہور امراض کی فہرست درج ذیل ہے:

جراثیمی پیچش، آنتوں کی دق، اعصابی کمزوری، مرگی، مالیخولیا، طویل بخار، جوڑوں میں درد شدید ورم، خون کی شدید کمی وغیرہ۔

مزید لکھتے ہیں: اس کی چربی کے استعمال سے خون میں کولیسٹرال بڑھتے ہیں جس سے شریانیں تنگ ہو جاتی ہیں۔ شریانوں کی اندرونی نالیوں میں رکاوٹ سے دورانِ خوں میں کمی واقع ہونے اور دماغ میں مطلوبہ مقدار خون میں کمی واقع ہونے اور دماغ میں مطلوبہ مقدارِ خون کے نہ پہونچنے سے دماغی فالج Paralysis یا Ischemic Heart Diseases میتوتۃ القلب، دل کو خون سپلائی

کرنے والی شریانیں coronary arteries تنگ ہو کر مکمل یا نامکمل طور پر قلب کو نسبتاً کم خون کی سپلائی کرتی ہیں جس کے خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

قرآنِ حکیم کے علاوہ انجیلِ مقدس میں بھی سور کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اہلِ مغرب اس کے دل دادہ ہو چکے ہیں۔ اور ان کی نقل اتارنے میں اہلِ مشرق بھی مائل نظر آتے ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خنزیر کا گوشت کھانے والی قوم اور افراد، اس بے حیا جانور کی طرح شرم وحیا سے عاری ہوتے ہیں۔

طبِ قدیم میں صاحبِ مخزن نے اسے (۱۲) امراضِ سوداویہ کا موجب قرار دیا ہے۔ (۱)

ویکیپیڈیا کے مطابق خنزیر کے گوشت میں کولیسٹرال کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ کولیسٹرال جسم میں چکنائی کو بڑھاتا ہے جس کی وجہ سے دل کی بیماریوں کا امکان بہت بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح اس نجس گوشت کے کھانے سے پیٹ کی بیماریاں بھی وجود پاتی ہیں۔ مغرب میں اگرچہ اس گوشت کو اچھی طرح پکا کر کھانے پر زور دیا جاتا ہے تاکہ اس کی آنتوں میں موجود بیکٹیریا کو ختم کیا جا سکے، تاہم پھر بھی اس کے مضر اثرات کو بالکل ختم کرنا ممکن نہیں۔

شریعت نے اس جانور کو نجس العین (مکمل نجس) قرار دیا۔ قرآنِ کریم کے مطابق بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی سزا دیتے ہوئے بندر اور خنزیر بنا دیا تھا۔ یہ لوگ تین دن اس طرح رہے پھر مر گئے۔ جن جانوروں کی صورت میں بطور عذاب بدلا گیا ان جانوروں کو حلال سمجھ کر کھانا عقلِ سلیم کے خلاف ہے۔

کھجور کی طبی افادیت

قرآنِ حکیم میں کھجور کا ذکر متعدد مقامات پر ہے۔ کئی مقامات پر اسے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت شمار کیا گیا ہے۔ سورہ مریم میں حضرت مریم علیہا السلام کو دردِزہ کے وقت تاکید کی گئی کہ وہ کھجور کے درخت کی ٹہنی ہلائیں تاکہ تازہ اور پکی ہوئی کھجوریں گریں اور اس میں سے کھائیں۔ ارشادِ ربّانی ہے:

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا. (۲)

اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، اس میں سے پکی ہوئی تازہ کھجوریں تم پر جھڑیں گی۔

اس کی وجہ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے یہ تھی کہ اس سے بچے کی ولادت میں آسانی ہوگی۔ اس

(۱) اسلام اور جدید میڈیکل سائنس، از ڈاکٹر حکیم سید قدرت اللہ قادری، دار المطالعہ حاصل پور (۲) مریم: ۲۵

طرح یہ آیتِ کریمہ ایک عظیم طبی فائدہ دے رہی ہے۔ چنانچہ طبی تحقیقات بھی اس پر گواہی دیتی نظر آتی ہیں کہ حاملہ خواتین کو کھجور کا استعمال وضعِ حمل میں سہولت دیتا ہے۔ ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب حضرت مریم کے واقعہ میں کھجور کی طبی افادیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ کھجور کھانے سے ان کو instant energy (فوری توانائی) حاصل ہوئی کیونکہ کھجور دافعِ قولنج ہے اس لئے ان کو درد بھی کم ہوا۔ اس طرح قرآنِ مجید نے تاریخِ طب میں پہلی مرتبہ Invalid Foods کا تصور پیش کیا۔(۱)

کنگ فہد سول ہسپتال تبوک میں کی جانے والی ایک تحقیق میں ۸۹ حاملہ خواتین کو شامل کیا گیا۔ ۲۶ کو صرف تازہ کھجوریں کھلائی گئی جبکہ ۳۲ کو تازہ کھجوروں کے بعد ۲۵۰ ملی لیٹر پانی بھی پلایا گیا۔ ۳۱ کو یوں ہی رہنے دیا گیا۔ دیکھنے میں آیا کہ تازہ کھجوریں کھلائی گئی (بالخصوص جن کو پانی بھی پلایا گیا) میں وضعِ حمل (لیبر) کا پہلا اور تیسرا مرحلہ جلد اور آسانی سے طے ہو گیا۔ اسی طرح بچے کی صحت پر بھی مثبت اثر دیکھا گیا۔ چنانچہ جن خواتین کو کھجوریں استعمال کرائی گئی تھیں، ان کے بچوں میں ولادت کے متعلق پیچیدگیاں مثلاً دل کی دھڑکن کا خلافِ معمول ہونا وغیرہ نہیں دیکھا گیا۔(۲)

۞......۞......۞

---

(۱) طبِ نبوی اور جدید سائنس، ج۱، ص۱۵۹، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب

(2) (Izzaddin E,Ahmed,Hyder.O.Mirghani and others, Effect of Dates Fruit consumption o Labour and Vaginal Delivery in Tabuk, KSAJournal of Taibah University Medical Sciences, 2018Novebmer,Page:6)

ماہ شعبان اور شب براءت

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی❖

اسلامی مہینوں کے اعتبار سے آٹھواں مہینہ شعبان المعظم کہلاتا ہے یہ مہینہ عبادت و مغفرت کا ہوتا ہے اسی مہینہ میں گناہگار اپنے دامن کو رحمت خداوندی سے بھر سکتے ہیں۔ شعبان تشعب سے ہے جس کے معنی تقریب یعنی پھسلانا اور شاخ درشاخ ہونا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس مہینہ کا نام شعبان اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں روزہ رکھنے والے کو شاخ درشاخ بڑھنے والی خیر و برکت میسر ہوتی ہے حتی کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ شعبان شعب سے ہے یعنی وہ راستہ جو پہاڑ کو جاتا ہوا سے شعب کہتے ہیں ظاہر بات ہے کہ ایسا راستہ ہمیں بلندی پہ لے جاتا ہے اور شعبان بھی وہ پاکیزہ مہینہ ہے جو ہمیں روحانیت کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔ شعبان کا لغوی معنی جمع کرنا اور متفرق کرنا دونوں آتا ہے

فضائل شعبان بزبانِ آقا خیر الانام

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رجب میرا مہینہ ہے شعبان خدا کا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شعبان کی فضیلت تمام مہینوں پر ایسی ہے جیسے تمام انبیاء کرام پہ میری فضیلت ہے اور دوسرے مہینوں پہ رمضان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کائنات پر اللہ تعالیٰ کی فضیلت۔ ایک اور روایت میں ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رجب اور رمضان کے درمیان شعبان ایک ایسا مہینہ ہے جس کے فضائل کا لوگوں کو علم نہیں فرمایا اس مہینے لوگوں کے اعمال اللہ تک پہنچائے جاتے ہیں۔

آب پاشی کا مہینہ

حضرت صفوریؒ فرماتے ہیں کہ رجب المرجب بیج بونے کا، شعبان المعظم آبپاشی کا، اور رمضان المبارک فصل کاٹنے کا مہینہ ہے لہٰذا جو رجب المرجب میں عبادت کا بیج نہیں بوتا اور شعبان المعظم میں آنسوؤں سے سیراب نہیں کرتا وہ رمضان المبارک میں فصلِ رحمت کیوں کر کاٹ سکے گا؟ مزید فرماتے ہیں

❖ مرکزی صدر اسلامک رائٹرز موومنٹ، پاکستان

رجب المرجب جسم کو، شعبان المعظم دل کو اور رمضان المبارک روح کو پاک کرتا ہے۔(۱)

شعبان المعظم میں پیش آنے والے اہم واقعات اس مبارک مہینہ کی ۵؍ تاریخ کو نواسۂ رسول ﷺ حضرت علیؓ کے لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کے نورِ نظر سید الشہداء سیدنا حضرت امام حسینؓ کی ولادت ہوئی۔ اسی مبارک مہینہ میں مسجد ضرار کو نذرِ آتش کیا گیا۔ اسی مبارک مہینہ میں جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب واصلِ جہنم ہوا۔ اسی مبارک مہینہ میں حضورِ اکرم ﷺ نے ام المومنین حضرت صفیہؓ سے نکاح فرمایا۔ اسی مبارک مہینہ میں تحویلِ کعبہ کا حکم نازل ہوا۔ اسی مبارک مہینہ میں قرآنِ مجید کے نزول کا فیصلہ ہوا اس مبارک مہینہ کی ۱۵/۱۶ درمیانی شب شبِ برات کہلاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پہ نزول فرماتے ہیں

شعبان المعظم کو فضیلت واہمیت اسی شب کی وجہ سے حاصل ہے برءات کے معنیٰ چھٹکارا نجات حاصل کرنے کے ہیں اگر یوں بھی کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ یہ شب شبِ نجات ہے جس میں ہم جیسے گناہگاروں کو بھی بری کیا جاتا ہے اور بخشش وعام معافی کا اعلان بھی کیا جاتا ہے اسی وجہ سے علماء نے اسے اور کئی نام بھی دیے ہیں مثلاً۔ لیلۃ الکفر (گناہوں سے رہائی پانے والی رات) لیلۃ المغفرت (بخشش والی رات) لیلۃ الشفاعت (شفاعت والی رات)

رات کا قیام اور آقا خیر الانام ﷺ

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات آقاء نامدار ﷺ میرے حجرے میں آرام فرما تھے رات کے کسی حصے میں میری آنکھ کھلی تو میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے حجرے میں موجود نہ پایا۔ میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تلاش کیا یہانتک کہ نبی کریم ﷺ کی تلاش میں جنت البقیع میں پہنچ گئی، میں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنے پروردگار سے اپنی امت کی بخشش کی دعا مانگ رہے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے پوچھا کہ عائشہ! تجھے معلوم ہے کہ آج کونسی رات ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا آج شب برات ہے یہ اتنی رحمتوں اور برکتوں والی رات ہے جس میں مولائے کریم اپنی شانِ کریمی کے صدقے بنو کلب قبیلے کی بھیڑوں اور بکریوں کے بالوں کے برابر گناہگاروں کو بخش دیتے ہیں۔ قبیلہ کلب کے پاس جو بھیڑیں بکریاں تھیں وہ اس وقت سارے عرب قبائل کی بھیڑوں بکریوں کی تعداد سے کہیں زیادہ تھیں۔

---

(۱) نزہۃ المجالس

رب کی رحمت سے دخول جنت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تو جانتی ہے کہ یہ رات کیسی ہے؟ یعنی نصف شعبان کی رات؟ میں نے کہا یارسول اللہ (ﷺ) اس میں کیا ہوتا ہے؟ فرمایا اولاد آدم میں سے اس سال میں جو بچہ پیدا ہونے والا ہو، اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے اور سال بھر میں جتنے انسان مرنے والے ہوتے ہیں، ان کا نام لکھ دیا جاتا ہے اور اس میں بندوں کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں اور اس رات میں بندوں کے رزق نازل کیے جاتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ! کیا کوئی شخص جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہیں ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ نہیں! کوئی شخص بھی جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہیں ہوگا، تین مرتبہ فرمایا، میں نے کہا یارسول اللہ! آپ بھی نہیں؟

آنحضرت ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ اپنے سر پہ رکھا اور فرمایا: ''میں بھی جنت میں داخل نہیں ہونگا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ مجھ کو ڈھانپ لیں۔'' یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی (۱)

رحمت کے خزانے، بخشش کے بہانے

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس رات کو قیام کرو۔ اور دن کو روزہ رکھو۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت آفتاب کے غروب ہوتے ہی آسمانِ دنیا پر ظاہر ہوتی ہے اور اس کی رحمت سارے عالم میں پھیل جاتی ہے حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں یعنی کہ اللہ تعالیٰ اس رات اپنے بندوں کو پکارتے ہیں: ہے کوئی بخشش، مغفرت طلب کرنے والا؟ کہ میں اسے بخش دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ؟ کہ میں اسے مشکلات سے آزاد کردوں؟ ہے کوئی اپنی کسی خواہش، حاجت والا؟ کہ میں اس کی حاجت اور مراد کو پوری کردوں؟ حضور اکرم ﷺ اس شب کو قیام بھی فرمایا کرتے تھے اور اگلے دن روزے کا بھی اہتمام کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بیشک اللہ تعالیٰ جھانکتے ہیں نصف شعبان کی رات میں، پس مغفرت فرمادیتے ہیں اپنی تمام مخلوق کی، مگر مشرک کی، یا کینہ رکھنے والے کی بخشش نہیں فرماتے (۲)

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شعبان کی ۱۳ تاریخ کو اپنی امت کی شفاعت کی دعا فرمائی تو اس دعا کو شرف قبولیت اس طرح نصیب ہوا کہ اس دعا کو تہائی ملی، پھر ۱۴ شعبان کو دعا کی تو دو تہائی

(۱) مشکوٰۃ شریف (۲) مشکوٰۃ شریف

عطا ہوا ۱۵ شعبان کو رحمت کائنات ﷺ نے دعا فرمائی تو امت کی بخشش اور مغفرت کے لیے وہ سب کچھ عطا ہوا جو آپ ﷺ نے اپنے خالق و مالک سے مانگا تھا۔

شعبان المعظم برکتوں والا

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو مہینے متواتر روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر رمضان اور شعبان میں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس ماہ میں آپ ﷺ بکثرت روزے رکھا کرتے تھے صحابہ کرامؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ ان دو مہینوں یعنی رمضان اور شعبان میں آپ ﷺ نہایت اہتمام کے ساتھ روزے رکھا کرتے تھے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے کیوں رکھا کرتے تھے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسامہ! یہ بہت ہی مبارک مہینہ ہے رجب المرجب اور رمضان المبارک کے درمیان واقع ہے جس سے لوگ غافل ہیں اس مہینے میں انسانوں کے اعمال کو رب العزت کے حضور پیش کیا جاتا ہے لہٰذا میں نے اس ماہ کو زیادہ محبوب رکھا ہے میرے اعمال بھی میرے پروردگار کے سامنے پیش ہوئے تو اس حال میں مجھے روزہ سے ہونا چاہیے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اس مبارک مہینہ اور مبارک رات میں اپنے رب کو منالیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مبارک ماہ اور مبارا رات میں اپنی رحمتوں اور مہربانیوں سے خب لطف اندوز ہانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اس مبارک مہینہ میں ایک ایسی شب ہے جس کی فضیلت قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ماہ شعبان کی پندرہویں رات کو شب برات کہا جاتا ہے شب کے معنی ہیں رات اور برات کے معنی بری ہونے اور قطع تعلق کرنے کے ہیں چونکہ اس رات مسلمان توبہ کر کے گناہوں سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بے شمار مسلمان جہنم سے نجات پاتے ہیں اس لئے اس رات کو شب برات کہتے ہیں اس رات کو لیلۃ المبارکہ یعنی برکتوں والی رات لیلۃ الرحمۃ رحمت نازل ہونے کی رات بھی کہا جاتا ہے۔

جلیل القدر تابعی حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں لیلۃ القدر کے بعد شعبان کی پندرہویں شب سے افضل کوئی رات نہیں۔ (۱)

جس طرح مسلمانوں کے لئے زمین میں دو عیدیں ہیں اسی طرح فرشتوں کے لئے آسمان میں دو عیدیں ہیں ایک شب برات اور دوسری شب قدر جس طرح مومنوں کی عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں

---

(۱) لطائف المعارف صفحہ ۱۴۵

فرشتوں کی عیدیں رات کو اس لئے ہیں کہ وہ رات کو سوتے نہیں جب کہ آدمی سوتے ہیں اس لئے ان کی عیدیں دن کو ہیں۔(۱)

تقسیم امور کی رات

ارشاد باری تعالیٰ ہے قسم ہے اس روشن کتاب کی بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا ہے بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔(۲)

اس رات سے مراد شب قدر ہے یا شب برات۔(۳)

ان آیات کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالی عنہ اور بعض دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ لیلۃ مبارکہ سے پندرہ شعبان کی رات مراد ہے۔اس رات میں زندہ رہنے والے فوت ہونے والے اور حج کرنے والے سب کے ناموں کی فہرست تیار کی جاتی ہے اور جس کی تعمیل میں ذرا بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اس روایت کو ابن جریر ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بھی لکھا ہے اگر چہ اس کی ابتدا پندرہویں شعبان کی شب سے ہوتی ہے۔(۴)

علامہ قرطبی مالکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان امور کے لوح محفوظ سے نقل کرنے کا آغاز شب برات سے ہوتا ہے اور اختتام لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔(۵)

یہاں ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ امور تو پہلے ہی سے لوح محفوظ میں تحریر ہیں پھر ان شب میں ان کے لکھے جانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہ امور بلا شبہ لوح محفوظ میں تحریر ہیں لیکن اس شب میں مذکورہ امور کی فہرست لوح محفوظ سے نقل کر کے ان فرشتوں کے سپرد کی جاتی ہے جن کے ذمہ یہ امور ہیں۔

مانگ لو! مانگ لو چشمِ تر مانگ لو ❁ دردِ دل اور حسنِ نظر مانگ لو
کملی والے کی نگری میں گھر مانگ لو ❁ مانگنے کا مزہ آج کی رات ہے
عرش پر دھوم ہے ،فرش پر دھوم ہے ❁ ہے وہ بدبخت جو آج محروم ہے
پھر یہ آئے گی شب کس کو معلوم ہے ❁ ہم پہ لطف خدا آج کی رات ہے

اس رات رزق اتارا جاتا ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتی ہو کہ

(۱) غنیۃ الطالبین،ص:۴۴۹ (۲) سورۃ الدخان (۳) خزائن العرفان
(۴) ماثبت من السنہ،ص:۱۹۴ (۵) الجامع الاحکام القرآن جلد ۱۶،ص:۱۲۸

شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ فرمائیے۔ارشاد ہوا آئندہ سال میں جتنے بھی پیدا ہونے والے ہوتے ہیں وہ سب اس شب میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور جتنے لوگ آئندہ سال مرنے والے ہوتے ہیں وہ بھی اس رات میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں لوگوں کے (سال بھر کے) اعمال اٹھائے جاتے ہیں اوراس میں لوگوں کا مقررہ رزق اتارا جاتا ہے۔(۱)

مردوں کی فہرست میں نام لکھے جا چکے ہیں

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالی ملک الموت کو ایک فہرست دے کر حکم فرماتا ہے کہ جن جن لوگوں کے نام اس میں لکھے ہیں ان کی روحوں کو آئندہ سال مقررہ وقتوں پر قبض کرنا تو اس شب میں لوگوں کے حالات یہ ہوتے ہیں کہ کوئی باغوں میں درخت لگانے کی فکر میں ہوتا ہے کوئی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوتا ہے کوئی کوٹھی بنگلہ بنوار ہا ہوتا ہے حالانکہ ان کے نام مردوں کی فہرست میں لکھے جا چکے ہوتے ہیں۔(۲)

حضرت عثمان بن محمد رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک لوگوں کی زندگی منقطع کرنے کا وقت اس رات میں لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان شادی بیاہ کرتا ہے اوراس کے بچے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہوتا ہے۔(۳)

چونکہ یہ رات گزشتہ سال کے تمام اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے اور آئندہ سال ملنے والی زندگی اور رزق وغیرہ کے حساب کتاب کی رات ہے اس لئے اس رات میں عبادت الٰہی میں مشغول رہنا رب کریم کی رحمتوں کے مستحق ہونے کا باعث ہے اور سرکار دوعالم ﷺ کی یہی تعلیم ہے۔

رب کا آسمانِ دنیا پر جلوہ گر ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا تو میں آپ کی تلاش میں نکلی میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ تعالی اوراس کا رسول ﷺ تمہارے ساتھ زیادتی کریں گے میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں آقا و

---

(۱) مشکوۃ جلد۱،ص:۲۷۷ (۲) مصنف عبدالرزاق جلد۴،صفحہ ۳۱۷،ماثبت من السنۃ صفحہ ۱۹۳
(۳) الجامع لاحکام القرآن جلد۱۶صفحہ ۱۲۶ شعب الایمان للبیہقی جلد۳صفحہ ۳۸۶

مولیٰ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔(۱)

شارحین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک اتنی زیادہ اسناد سے مروی ہے کہ درجہ صحت کو پہنچ گئی۔

رحمت کی رات

شب برات فرشتوں کو بعض امور دیئے جانے اور مسلمانوں کی مغفرت کی رات ہے اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ رب کریم کی رحمتوں کے نزول کی اور دعاؤں کے قبول ہونے کی رات ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جب شعبان کی پندرہویں شب آتی ہے تو اللہ تعالی کی طرف سے اعلان ہوتا ہے۔ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اس کے گناہ بخش دوں ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا کہ اسے عطا کروں۔ اس وقت اللہ تعالی سے جو مانگا جائے وہ ملتا ہے۔ وہ سب کی دعا قبول فرماتا ہے۔ سوائے بدکار عورت اور مشرک کے۔(۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ غروب آفتاب کے وقت سے ہی اللہ تعالی کی رحمت آسمان دنیا پر نازل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ہے کوئی مغفرت کا طلب کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اسے مصیبت سے نجات دوں یہ اعلان طلوع فجر تک ہوتا رہتا ہے۔(۳)

شب بیداری کا اہتمام

شب برات میں سرکار دوعالم ﷺ نے خود بھی شب بیداری کی اور دوسروں کو بھی شب بیداری کی تلقین فرمائی آپ ﷺ کا فرمان عالیشان اوپر مذکور ہوا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو شب بیداری کرو اور دن کو روزہ رکھو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں تابعین میں سے جلیل القدر حضرات مثلاً حضرت

(۱) ترمذی جلد ۱، صفحہ ۱۵۶، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۰، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۳۸، مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، صفحہ ۲۳۷، شعب الایمان للبیہقی جلد ۳، صفحہ ۳۷۹

(۲) شعب الایمان للبیہقی جلد ۳، صفحہ ۳۸۳

(۳) ابن ماجہ صفحہ ۱۰۰، شعب الایمان للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۷۸، مشکوۃ جلد ۱، صفحہ ۲۷۸

خالد بن معدان، حضرت ت مکحول، حضرت لقمان بن عامر اور حضرت اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم مسجد میں جمع ہو کر شعبان کی پندرہویں شب میں شب بیداری کرتے تھے اور رات بھر مسجد میں عبادات میں مصروف رہتے تھے۔(۱)

شعبان کے روزے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ماہ رمضان کے علاوہ ماہ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔(۲)

ایک اور روایت میں فرمایا نبی کریم ﷺ چند دن چھوڑ کر پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔(۳)

(۳) ایضا

آپ ہی سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔(۴)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جن لوگوں کی روحیں قبض کرنی ہوتی ہیں ان کے ناموں کی فہرست ماہ شعبان میں ملک الموت کو دی جاتی ہے اس لئے مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرا نام اس وقت فہرست میں لکھا جائے جب کہ میں روزے کی حالت میں ہوں یہ حدیث پہلے مذکور ہو چکی ہے کہ مرنے والوں کے ناموں کی فہرست پندرہویں شعبان کی رات کو تیار کی جاتی ہے حضور علیہ الصلو والسلام کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ رات کے وقت روزہ نہیں ہوتا اس کے باوجود روزہ دار لکھے جانے کا مطلب یہ ہے کہ بوقت کتابت (شب) اللہ تعالیٰ روزہ کی برکت کو جاری رکھتا ہے۔(۵)

اللہ پاک ہم سب کو اس مبارک مہینے کی اور اس مبارک رات کی برکات نصیب فرمائے۔آمین یارب العالمین بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین

---

(۱) ما ثبت من السنہ صفحہ ۲۰۲، لطائف المعارف صفحہ ۱۴۴
(۲) بخاری مسلم، مشکوۃ جلد ا صفحہ ۴۴۱
(۴) ما ثبت من السنہ، صفحہ ۱۸۸
(۵) ما ثبت من السنہ صفحہ ۱۹۲

نکاح مسیار کی شرعی حیثیت

محمود اختر کیفی ❖

اس تغیر پذیر دنیا میں جہاں مختلف حالات کی وجہ سے بہت سی تبدیلیاں آئیں ہیں تو وہی شریعت کے باب میں نت نئے مسائل اور جدید مصطلحات کو بھی جواز اور عدم جواز کے تعلق سے موضوع بحث بنایا گیا ہے، جن میں سے ایک نئی اصطلاح ''نکاح مسیار'' ہے، جو نکاح کی ایک قسم ہے، جس کو موجودہ دور میں زیادہ ترعرب ممالک میں اختیار کیا جاتا ہے۔

نکاح مسیار کے لغوی واصطلاحی مفہوم

لغوی معنی: مسیار مِفعال کے وزن پر عربی زبان کا لفظ ہے۔لسان العرب میں ہے:

ساریسیر سیراً ومسیرا وتسیارا ومسیرۃ وسیرورۃ(۱)

اس وقت استعمال کرتے ہیں جس میں چلنا اور جانا کا معنی پایا جائے۔المعجم الوسیط میں السیار کے معنی الکثیر السیر (بہت زیادہ چلنے والا) ہے۔(۲)

اصطلاحی معنی: نکاح مسیار وہ نکاح ہے، جس میں نکاح کے تمام شرائط اور ارکان موجود ہوں اور زوجین باہمی رضامندی سے بعض حقوق زوجیت کو ساقط کردیں، نیز ان کا اتفاق ہو کہ شادی کا عام اعلان نہ ہوگا؛ بلکہ محدود سطح پر اس کا اعلان ہوگا۔(۳)

علامہ یوسف القرضاوی رحمہ اللہ ''نکاح مسیار'' کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ ''نکاح مسیار کی صورت میں شوہر سے دونوں قسم (نکاح عرفی اور نکاح مسیار) کی بیویوں کے درمیان نفقہ، سکنی اور شب گزاری جیسے حقوق وجوب مساوات کی شکل میں معاف ہوجاتے ہیں، وہ عورت اپنی عفت وعصمت بچانے والا شوہر چاہتی ہے اگرچہ وہ مرد وجوبی طور پر مال وسکنی اور مکمل کفایت کا مکلّف نہیں ہوتا''۔

''فروح هذا الزواج هو إعفاء الزوج من واجب المسكن والنفقة والتسوية في

❖ متعلم تخصص فی الافتاء، سال دوم، دار العلوم وقف دیوبند

(۱) لسان العرب، ابن المنظور الافریقی، ۳۸۹/۴

(۲) المفردات لاصفہانی: ۲/۴۴۷

(۳) عقود الزواج المستحدثۃ للنجیمی ص:۱۱

القسم بينها وبين زوجته الاولى أوزوجاته، تنازلا منها، فهي تريد رجلايعفها ويحصنها ويُؤنسها، وإن لم تكلفه شيئا، بما لديها من مال و كفاية تامة.'' (۱)

مذکورہ دونوں تعریفوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ''نکاح مسیار'' کو نکاح عرفی کے علاوہ نکاح مؤقت، نکاح متعہ، نکاح حلالہ اور دیگر نکاح کی صورتوں سے کوئی مشابہت نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں نہ تو وقت کی تعیین ہوتی ہے اور نہ ہی مال کے ذریعہ عورت اپنی ذات کا چند دنوں کے لیے مالک بناتی ہے؛ بلکہ اس میں عام نکاح کی طرح تمام مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اگر عورت اپنے حقوق کو شوہر سے معاف نہ کرے تو اسے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہوگا اور شوہر کے ذمہ اس کا پورا کرنا لازمی ہوگا۔ ایسے ہی اس نکاح کی بقا اس وقت تک ہوگی، جب تک کہ طلاق، خلع نہ ہوجائے، یا قاضی دونوں کے درمیان کسی وجہ سے تفریق نہ کردے۔

نکاح مسیار کے اقسام

نکاح مسیار کے اقسام میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ مرد وعورت بغیر شرعی گواہان اور ولی کے آپس میں ساتھ رہنے کا خفیہ طور پر اتفاق کرلیں، مسیار کی یہ صورت نکاح کے ارکان وشرائط نہ پائے جانے کے سبب حرام ہے، شرعی طور پر اسے زنا ہی تصور کیا جائے گا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ زوجین کے مابین شرعی گواہان اور ولی کی موجودگی میں عقد اس بنیاد پر ہوا ہو کہ عورت یہ اعتقاد رکھتی ہو کہ اس کے نفقہ وسکنی اور شب گزاری کے حقوق شوہر کے ذمہ نہیں ہے اور نہ ہی عورت ان حقوق کا اپنے شوہر سے مطالبہ کرنے کا حق رکھتی ہے، مسیار کی یہ صورت بھی حرام اور ناجائز ہے؛ کیوں کہ مقاصد نکاح نہ پائیجانے کے سبب یہ ایک طرح کا فریب اور دھوکہ کہلائے گا۔

تیسری قسم یہ ہے کہ گواہان اور ولی کی موجودگی میں عقد ہوا ہو اور عورت بخوبی اس بات سے آشنا ہو کہ نفقہ وسکنی اور شب گزاری اس کی ذاتی حقوق میں سے ہیں، جو کہ ان کے شوہر پر واجب ہے اور شوہر کا مقصد رشتۂ ازدواج کو برقرار رکھتے ہوئے عفت وپاکدامنی کی زندگی بسر کرنا ہو، تو یہ عقد مکمل درست کہلائے گا۔(۲)

نکاح مسیار کے اسباب ومحرکات

اس نازک اور ترقی یافتہ دور میں سماجی اور معاشرتی زندگی کا تجزیہ کرتے ہوئے نکاح مسیار کے اسباب پر غور کیا جائے تو بنیادی طور پر پانچ طرح کے اسباب کھل کر سامنے آتے ہیں، جن سے نکاح مسیار کی راہیں مزید ہموار ہوجاتی ہیں۔

---

(۱) الشیخ یوسف القرضاوی، زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ ص:۴ (۲) زواج المسیار: عبداللہ بن عوید الرشیدی ص:۳

(۱) بعض صنف نازک، کبرسنی، طلاق یافتہ، تعلیم سے ناآشنائی، گھریلو غربت وخستہ حالی اور دیگر عیوب کے سبب یونہی بغیر نکاح کے ایک درد اور تلخ بھری زندگی کاٹ رہی ہوتی ہیں، بروقت شادی نہ ہونے کے سبب نہ صرف یہ کہ جسمانی امراض کا خطرہ لاحق ہوتا ہے؛ بلکہ عورتیں ذہنی تناؤ کی وجہ سے نفسیاتی مریض بن جاتی ہیں، ایسی اضطراری صورت حال میں ہر کوئی جائز طریقے پر کسی ایسے مرد سے منسلک ہونا چاہتی ہے، جو جنسی تسکین کا ذریعہ بنے، قطع نظر اس کے کہ وہ اس کے نان ونفقہ اور ساتھ رہنے کے حقوق پورا کرے یا نہ کرے۔

(۲) کوئی مرد نفسانی خواہشات کی وجہ سے ہر آن اپنی بیوی سے جنسی تقاضا پوری کرنے سے قاصر رہتا ہے، جس کی وجہ یا تو بیوی کی کبرسنی ہوتی ہے، یا کثرت اولاد کے سبب ان کے انتظامات اور گھریلو مصروفیات کی وجہ سے وہ مواقع فراہم نہیں ہو پاتے، جس سے وہ جنسی تسکین حاصل کرسکے، بریں بنا اسے خفیہ طور پر نکاح مسیار کو اپنانا پڑتا ہے؛ تاکہ وہ سماج کی طعن وتشنیع سے محفوظ رہ کر پاکدامنی کی زندگی گزاریں۔

(۳) مرد کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ نکاح کے ذریعہ عفت و پاکدامنی اور راحت کی زندگی گزارے؛ لیکن اس سلسلے میں ایک بڑی رکاوٹ یہ پیش آتی ہے کہ لوگ مہر اور دیگر نکاح کے لوازمات کے تعلق سے انتہائی غلو اور افراط کا مظاہرہ کرتے ہیں، جن سے عہدہ برآ ہونا اس کی مالی استعداد سے بالاتر ہوتا ہے، لہذا ایسی صورت میں بھی لوگ نہ چاہتے ہوئے نکاح مسیار کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۴) بعض اوقات ایک لڑکی کے علاوہ والدین کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہوتا یا خاتون کو بعض ایسی رکاوٹیں پیش آتی ہیں، جن کی بنا پر وہ گھریلو ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہیں، جب کہ اس کے والدین اور دیگر متعلقین اس کی ازدواجی زندگی کے خواہاں ہوتے ہیں؛ لہذا وہ اس کے خاوند پر کوئی ذمہ داری عائد کیے بغیر نکاح مسیار پر رضامند ہوجاتے ہیں۔

(۵) معاشرے کی بعض خواتین نہایت ہی مالدار اور خوش حال ہوتی ہیں، جن کے پاس مکمل فراوانی اور ہر طرح کے آرام وآسائش کے آلات موجود ہوتے ہیں؛ لیکن پھر بھی طلاق یافتہ، خاوند کے انتقال یا کسی اور سبب کی بنا پر رشتۂ ازدواج سے محروم رہتی ہیں، جنہیں اپنی عفت وعصمت کے تحفظ کی خاطر کسی خاوند کی تلاش ہوتی ہے، جو ان کی جنسی تسکین کا باعث بنے، اگرچہ بلا نان ونفقہ اور سکنی کے کیوں نہ ہو۔

نکاح مسیار کے مفاسد

نکاح مسیار میں اگر تمام شرائط کو ملحوظ رکھا گیا تو شرعی طور پر اگرچہ یہ نکاح جائز ہوگا اور اس میں زوجین کا ملنا حلال ہوگا تاہم نکاح کی یہ صورت شریعت کے مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اس

میں مصالح کے حصول کے ساتھ بہت سے مفاسد بھی ہیں جن میں چند یہ ہیں :

(۱) اس میں نکاح کے بنیادی اغراض ومقاصد فوت ہوتے نظر آتے ہیں، جو کسی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کا سبب بن سکتے ہیں۔

(۲) اس طرح کے نکاح میں مہر کی مقدار بہت کم ہوتی ہے، جس سے عورت اپنی اہانت اور ذلت محسوس کرتی ہے کہ اسے محض سامان تسکین اور شہوت پرستی کا ذریعہ بنالیا گیا ہے۔

(۳) یہ نکاح مردوں کو ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کا سبب بنتا ہے، جس سے رائج نکاح کی طرف لوگوں کی رغبت کم ہوجاتی ہے۔

(۴) نکاح کا مقصد دائمی طور پر رشتۂ ازدواج کو برقرار رکھنا ہے؛ لیکن اس نکاح میں بیوی کے ساتھ عدل وحقوق پورا نہ ہونے کے سبب بہت زیادہ طلاق کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔

(۵) اس طرح نکاح سے سماج ومعاشرہ میں منفی اثرات مرتب ہوں گے، جن سے عائلی مسائل روز بروز بڑھتے جائیں گے اور لوگ نکاح مسیار کی شکل میں خفت اور یسر کا پہلو اپنائیں گے۔

عصر حاضر میں نکاح مسیار پر علمائے عرب ومصر کے مواقف وفتاوے

نکاح مسیار کے سلسلے میں عرب علماء کی آراء میں اختلاف ہے۔

علامہ یوسف القرضاوی، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اور شیخ سعود الشریم ''نکاح مسیار'' کو کراہت کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس نکاح میں تمام ارکان وشرائط موجود ہیں اگر یہ عورت اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوجاتی ہے، تو اس کا اسے اختیار ہے؛ کیوں کہ وہی حقوق کے مالک ہے اور انہیں چھوڑنے کے مجاز بھی ہے۔ یہ چیز عقد پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

مزید حضرت سیدہ سودہؓ کے عمل کو بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اپنے حقوق سے دستبرداری کو عقد میں بطور شرط ذکر نہ کرنا ہے؛ بلکہ اسے عرفی طور پر ہی باہمی مفاہمت سے سمجھ لینا چاہئے، اگرچہ عقد میں اس کے ذکر سے نکاح باطل نہ ہوگا اور اس کی شرائط کی پابندی لازم ہوگی۔

فإذا وجدت هذه الأمور الأربعة: الإيجاب والقبول من اهلها، والإعلام ولوفی حده الادنی، وعدم التاقیت، والمهر، ولو تنازلت عنه المراة بعدذلك فالزواج صحيح شرعاً، وإن تنازلت المراة فيه عن بعض حقوقها، ماعدا حق الجماع الذی لا يجوز أن يشترط فی العقد، لانه شرط ينافی مقصود العقدفيبطله. (۱)

(۱) حول زواج المسیار: یوسف القرضاویؒ ص ۸

اسی طرح شیخ سعود الشریم نکاح مسیار کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”اس نکاح سے پاکدامنی حاصل تو ہوتی ہے؛ مگر راحت واطمینان نہیں۔“

"إن هذاالزواج يحث على الإحصان لكنه لا يحقق السكن، والغالب فيه أن تكون المرأة هي الخاطبة، وبالتالي فهي تستطيع أن تحكم على ما تجنيه من فائدة. (۱)

وہبہ الزحیلی کا کہنا ہے کہ اس عقد میں نکاح کے تمام شرائط موجود ہیں اس لیے جائز ہے؛ لیکن نکاح کے مقاصد جیسے الفت ومحبت اور عفت کی حفاظت فوت ہونے کی وجہ یہ نکاح مکروہ ہوگا۔

يقول الشيخ وهبة الزحيلي: (إن إعفاف المرأة مطلب فطري واجتماعي وإنساني، فإذا أمكن لرجل أن يسهم في ذلك كان مقصده مشروعًا، وعمله مأجورا مبرورًا) (۲)

نیز شیخ ابن باز سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نکاح مسیار کرتا ہے، یہ اس کی دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی ہے، جو اپنے والدین کے گھر رہے گی اور خاوند مختلف اوقات میں اس کے پاس جایا کرے گا، جو ان دونوں کے حالات کے مطابق مناسب ہوں گے، تو کیا یہ درست ہے؟

شیخ ابن باز نے فرمایا: اگر عقد کی شرعی شرائط پوری ہوں، تو اس میں کوئی حرج نہیں یعنی ولی فریقین کی رضامندی، گواہان کی موجودگی اور زوجین کا موانع نکاح سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔

مزید شیخ ابن باز زواج مسیار کی شرائط سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا: ”الواجب على كل مسلم أن يتزوج الزواج الشرعي الخ“ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ نکاح شرعی ہی کرے اور اس کے خلاف ورزی سے اجتناب کرے خواہ اس کا نام زواج مسیار ہو یا کچھ اور۔ زواج شرعی کی شرائط میں سے ایک شرط اعلان بھی ہے، اگر زوجین نکاح کو چھپائیں گے، تو یہ صحیح نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس صورت میں یہ زنا کے مشابہ ہوگا۔ (۳)

اس کے برخلاف ”شیخ ناصر البانی“ اور شیخ عبدالعزیز مسند وغیرہ نکاح مسیار کے سلسلے میں عدم اباحت کے قائل ہیں؛ جن کا نقطۂ نظر درج ذیل دلائل کی بنیاد پر ہے: ”وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً“ (۴)

---

(۱) مجلة الأسرة العدد (۴۷) سنة ۱۴۱۸ھ ص ۱۵

(۲) مستجدات فقیہ فی قضیا الزواج وطلاق لأسامة الاشقر ص: ۱۷۹-۱۷۸

(۳) الکتاب مجموع فتاوی العلامہ عبدالعزیز بن باز ص ۲۰ (۴) سورۃ روم: ۱۲

ترجمہ: اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری بیویاں بنائیں، تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت ومودت پیدا کردی۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَدُونَ.(۱)

ترجمہ: اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیوؤں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ملک میں ہے، ان پر کوئی ملامت نہیں، تو جو ان دونوں کیسوا اور چاہے وہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

مذکورہ آیات کا مقصد زوجین کے مابین محبت ومودت اور سکون و راحت پیدا کرنا ہے، جو نکاح مسیار کی صورت میں صحیح طور پر حاصل نہیں ہوسکتی؛ لہٰذ جائز نہیں ہوگا۔(۲)

نکاح مسیار کے سلسلے میں علمائے برصغیر کے فتاوے

مروجہ نکاح مسیار کے سلسلے میں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم کراچی اور بنوریہ ٹاون وغیرہ کا فتویٰ عدم جواز کا ہے، تاہم اگر شرعی گواہان کے سامنے ایجاب وقبول ہوتا ہو اور مانع نکاح کوئی سبب نہ ہو، نیز مہر مقرر ہونے کے ساتھ مدت وغیرہ کی کوئی تصریح نہ ہو؛ بلکہ مطلق طور پر نکاح کرے تو ایسا کرنا درست ہے؛ البتہ مہر سے دستبرداری درست نہیں ہے؛ بلکہ شوہر کے ذمہ کم از کم دس درہم دینا واجب ہوگا، البتہ نکاح کے بعد عورت مہر معاف کردے تو درست ہے۔(۳)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کا بھی نقطۂ نظر یہی ہے کہ ''عورت کا اپنی رضامندی سے مہر سے دستبردار ہونا صرف اپنے حقوق کے معاملہ میں ہوتا ہے، اگر وہ ماں بن جائے تو شوہر پر اس کے بچوں کو وہ تمام حقوق ادا کرنا ضروری ہوگا، جو اپنی اولاد کے لیے واجب ہوتا ہے۔''(۴)

اسی طرح دارالعلوم کراچی کا فتویٰ مروجہ نکاح مسیار کے سلسلے میں یہ ہے کہ اگر اس میں نکاح کے منعقد ہونے سے متعلق تمام شرعی شرائط موجود ہیں، مثلاً: باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کیا جائے، کم از کم دو گواہ بھی موجود ہوں اور لڑکا لڑکی کا کفو بھی ہو، نیز مہر بھی مقرر کیا جائے تو اس سے گو نکاح منعقد ہوجائے گا؛ لیکن ایسا کرنا خلاف سنت اور مقاصد شرعیہ کے منافی ہے اور یہ نکاح کی شرعی ذمہ داریوں سے فرار بھی ہے، خصوصاً اس طرح پوشیدہ نکاحوں سے کئی فتنوں کا دروازہ کھل سکتا ہے؛ اس لئے اس طرح نکاح کرنا ناپسندیدہ ہے، اس سے اجتناب کیا جائے۔(۵)

---

(۱) المعارج ۲۹
(۲) الشیخ یوسف القرضاوی، زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ ص: ۲۱۰
(۳) فتاوی دارالعلوم دیوبند: نمبر ۶۰۴۶۰ ۴۷
(۴) شمع فروزاں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
(5) www.suffahpt.com/nikah-masyar

دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی اور بنوریہ وغیرہ کا فتویٰ اس بارے میں ناجائز کا ہی ہے ان کا کہنا ہے کہ ''گو اس کے کچھ فوائد بھی اپنی جگہ ہوں گے؛ لیکن چوں کہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اور نقصانات ایسے ہیں، جو کسی بھی قوم کی خاندانی نظام کی تباہی اور نسلوں کے ختم ہونے کا سبب بن سکتے ہیں، جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو ان مفاسد کا سامنا ہے؛ اس لئے اس طریقے سے نکاح کی اجازت قطعاً نہیں دی جاسکتی۔''(۱)

لہٰذا بحث کا حاصل یہ نکلا کہ نکاح مسیار بظاہر اپنے تمام ارکان وشرائط کے باوجود شرعی نقطہ نظر سے مکمل طور پر مقاصد ازدواج کے معیار پر نہیں اترتا ہے؛ کیوں کہ اس میں عورت کی اہانت کے ساتھ بیوی اور بچے کے حقوق کا ضیاع معلوم ہوتا ہے، جس سے محض نفس پرستی اور خودغرضی کا اشارہ ملتا ہے؛ لہٰذا بلاغور وخوض کے نکاح مسیار کا نکاح عرفی سے تقابل کرنا اور مکمل اس کی حمایت میں ہونا مزاج شریعت کی خلاف ورزی ہوگی۔ لیکن اگر ماحول وحالات اس قدر ہوں، جہاں نکاح مسیار کے علاوہ دور دور تک حلت کی راہ نظر نہ آتی ہو اور نکاح مسیار سے وابستہ بہت سی شرعی مصالح ہوں، تو ایسے وقت میں نکاح کے تمام ارکان وشرائط اور اس کے دیگر حقوق کے ادا کرنے کی ذمہ داری کے ساتھ نکاح مسیار کے جواز کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ مگر مطلق طور پر اس کی اباحت کی ترویج وتشہیر کرنا کسی صورت میں حوصلہ افزا اقدام نہیں ہوگا؛ بلکہ اس سے مزید مدارج دین میں مفاسد کے اضافہ کا سبب بنے گا۔

۞......۞......۞

(۱) دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی. فتویٰ نمبر. ۶۲۳۵۶

قسط (۲۶)

علم کلام جدید

تعارف، مسائل اور مباحث: اصولِ نانوتوی کی روشنی میں

حکیم فخر الاسلام ❖

اِطاعت کا موقوف علیہ بھی اِطاعت: اور سوا اِس کے جو کام ایسا ہو کہ خدا کی اطاعت اُس پر ایسی طرح موقوف ہو جیسے روٹی کا پکنا مثلاً آگ، لکڑی، توے، کونڈے وغیرہ پر، تو وہ اطاعت ہی کے حساب میں شمار کیا جائے گا۔ اور مثل اشیائے مذکورہ جو کھانے کے حساب میں شمار کی جاتی ہیں، اس کام کو اطاعتِ خدا کے حساب سے خارج نہ کرسکیں گے۔ (۱) اور سوا اِس کے اور جو کام ہوگا [جو خدا تعالیٰ کی اطاعت میں حارج ہو] وہ سب اِس کارخانۂ [اِطاعت وفرماں برداری] سے علاحدہ سمجھا جائے گا۔ اور اس لیے بوجہِ فوتِ مقصودِ مذکورہ [معرفتِ الٰہی کا مقصد فوت ہونے کی وجہ سے] وہ کام آدمی کے حق میں ازقسمِ کم نصیبی اور بدبختی شمار کیا جائے گا۔'' (۲)

۷- اسباب گمراهی: [۱: غلطی۔ ۲: غلبۂ خواہش]: جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ معرفتِ الٰہی کا مقصد فوت ہونا گمراہی اور بدبختی میں شمار ہوتا ہے، تو ''اِس بدبختی [کے سبب کی دریافت بھی ضروری ہے اور وہ دو ہیں۔ چناں چہ اِس بدبختی] کا سبب ۱- کبھی غلطی ہوتی ہے، ۲- کبھی غلبۂ خواہش۔ [پھر بدبختی اور گمراہی کے اسباب معلوم ہونے کے بعد اُن سے گریز اور اُن کا اِزالہ بھی ضروری ہے،] تو میرے ذمے -بوجہِ خیر خواہی جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے (۳) لازم ہے کہ غلطی کرنے والوں کو غلطی سے آگاہ کروں اور مغلوبانِ خواہش کو اپنا شریکِ مرض سمجھ کر فضائلِ آخرت سمجھاؤں اور اُن سے خود اِس ترغیب کا امید

❖ فاضل درسیات، بی یو ایم ایس علی گڑھ۔ ایم ڈی یونانی جامعہ ہمدرد، دہلی

(۱) یعنی معاملات، معاشرات، امور معاش، مخلوق کے حقوق اور خود اپنی ذات کے حقوق کی ادائیگی کے لیے جو امور انجام دیے جائیں جن سے مقصود رضائے خالق ہو اور اُس کا طریق ماذون فیہ ہو (یعنی طریقۂ کار ایسا ہو کہ اُس کے اختیار کرنے سے خالقِ کائنات کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو) تو یہ سب اِطاعت میں شمار ہوگا۔ (۲) تشریح وتحقیق حجۃ الاسلام، ص ۶۰ تا ۶۳

(۳) کتاب ''حجۃ الاسلام'' کے آغاز میں فرمایا تھا کہ ''تمام بنی آدم اول سے ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اس لیے ہر کسی کے ذمے ایک دوسرے کی خیر خواہی لازم ہے، اور دوسروں کے مطالب اصلیہ کے بہم پہنچانے میں کوشش کرنی سب کے ذمے ضرور (ی) ہے۔''

وار رہوں[کہ وہ مجھے بھی فضائلِ آخرت کی طرف ہی رغبت دلائیں۔اور یہ درست ہے کہ غلطی، غلبہ خواہش، دونوں گمراہی کی طرف لے جانے والی ہیں] مگر[اول، ثانی سے زیادہ سنگین ہے، وجہ اِس کی یہ ہے کہ]:

غلطی کرنے والوں کی مثال: چوں کہ غلط کار لوگ بہ منزلہ اُس مسافر کے ہیں جو شہرِ مطلوب کی سڑک کو- بوجہِ غلطی- چھوڑ کر کسی اور راہ کو ہولے۔

مغلوبانِ خواہش کی مثال: اور مغلوبانِ خواہش ایسے ہیں جیسے فرض کیجیے شہرِ مطلوب کی سڑک پر جاتے ہیں پر، بادِمخالف قدم بہ دشواری اٹھانے دیتی ہے۔اِس لیے غلطی والوں کے حال پر زیادہ افسوس چاہیے۔

راہِ مستقیم چھوڑ کر، زہد وعبادت: کیوں کہ جیسے اُس مسافر کی کامیابی کی کوئی صورت نہیں جو شہرِ مطلوب کی سڑک کو چھوڑ کر کسی اور سڑک پر ہولیا ہے، اگر چہ کیسا ہی تیز رفتار ہی کیوں نہ ہو، ایسے ہی اُن صاحبوں کی کامیابی کی کوئی صورت نہیں جو بہ وجہِ غلطی''، خدا کی راہِ مستقیم'' کو چھوڑ کر کسی اور راہ پر ہو لیے ہیں، اگر چہ وہ کیسے ہی عابد، زاہد کیوں نہ ہوں۔

راہِ مستقیم پر گامزن؛ لیکن خواہشِ نفس میں مبتلا: البتہ وہ لوگ جو اُسی راہ کو جاتے ہیں جو خدا تک جاتی ہے، پر ہوا و ہوس کے دھکے بہ دشواری چلنے دیتے ہیں۔ وہ گو بہ دشواری پہنچیں؛ پر ایک نہ ایک روز گرتے پڑتے، گرم وسردِ زمانہ چکھتے چکھاتے، شہرِ مطلوب یعنی جنت میں پہنچ رہیں گے، گو اَثنائے راہ میں نزع اور عذاب کی تکالیفِ گوناگوں اُن کو بھگتنی پڑیں۔اور اُن کا ایسا حال ہو، جیسا فرض کیجیے مسافر'' جو شہرِ مطلوب کی سڑک پر چل رہا ہے؛ لیکن'' بادِ مخالف کے جھونکوں اور دھکوں کے باعث گر پڑ کر چوٹیں کھائے اور سلامت نہ جائے۔''

راہِ مستقیم کی تلاش: چوں کہ راہِ مستقیم سے بھٹکنا، بدبختی و گمراہی ہے اور گمراہی سے بچا کر راہِ مستقیم دکھانا انسانی فریضہ ہے'' اِس لیے بہ نظرِ خیر خواہی، یہ گزارش ہے کہ:

دینِ محمدی راہِ مستقیم: سوائے دینِ محمدی کوئی مذہب ایسا نہیں، جس میں عقائد کی غلطیاں باعث ترکِ رہ گزرِ اصلی -جس کو صراطِ مستقیم کہیے- نہ ہوئی ہوں (۱)- تعصبِ مذہبی چھوڑ کر، اگر'' مذاہبِ غیر والے بھی'' غور فرمائیں گے، تو سب کے سب اِسی دینِ [محمدی] کو اپنے مطلوبِ اصلی کا راستہ سمجھیں گے۔

جنت، شہرِ مطلوب: ہاں، جن کو فکرِ آخرت ہی نہ ہوگا اور اُس جنت کی طلب ہی اُن کے دل میں نہ ہوگی جو- بہ منزلۂ شہرِ مطلوب- مقصودِ ہر عام وخاص ہے، تو وہ صاحب بے شک'' نصیحت قبول کرنے کے بجائے'' اُلٹے درپئے تردید ہوں گے اور خود اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں کاٹ لیں گے۔''(۲) (جاری)

---

(۱) سوائے مذہبِ اسلام کے، ہر مذہب میں عقائد کی ایسی غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ مذاہب راہِ مستقیم سے دور جا پڑے۔

(۲) تشریح وتحقیق حجۃ الاسلام، ص ۶۴ تا ۶۵۔

تعلیمی رپورٹ

سالانہ تعلیمی رپورٹ

دفتر تعلیمات دارالعلوم وقف

بموقعہ جلسۂ انعامیہ منعقدہ ۶؍رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۸؍جنوری ۲۰۲۴ء

حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ صاحب مسعودی ❖

حضرات محترمین اساتذۂ کرام وطلبۂ عزیز!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بے حد وگمان وقیاس اور حساب وتعداد کی وسعتوں سے پرے بے شمار قطار و ہمہ انواع تعریفوں کی مستحق واحد و یکتا ہستی مطلق وہ صانع عالم ہے جو وحدہٗ لاشریک بھی ہے، لم یلد بھی ہے، ولم یولد بھی ہے، جو احد بھی ہے اور صمد بھی ہے۔ اسی ذات حیٌ وقیوم کی ذات بالاتر سے شروع کرتا ہوں جو ہر قسم کی تعریف وثنا کا حق رکھتی ہے، لاکھوں درود وسلام ہو اس ذات پر جن کو رب کریم نے انسانی ہدایت کے لئے اور دارین میں اس فلاح ونجاح کی راہوں کرنے کے لئے اپنے منتخب ومقدس اور مقدس و پاکیزہ ترین انبیاءِ معصومین کا سرخیل بنا کر سلسلۂ نبوت کو خاتمیت کے کمال عروجی وسرفرازی کے منتہاء پر فائز فرماتے ہوئے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان کی ذات والا صفات کو ابدالآباد تک تکمیل وکاملیت کا اعزاز بخش دیا، کون ہے جو ذات باری تعالیٰ کی عظمت وقدرت کا حق ادا کرنے کا تصور وخیال کی حد تک بھی دعویٰ کر سکے، بجز ان الفاظ کے جو اسی ذات برتر واعلیٰ نے انسان کو اپنے بے حد ونہایت فضل واحسان سے ام الکتاب کی صورت میں تعلیم فرمادیئے ہیں۔ **فللّٰہ الحمد والشکر**

بحمد اللہ آج دارالعلوم وقف دیوبند اپنی بے مثال تعلیمی وتعمیری ترقیات کے تسلسل کی بناء پر اپنی نیک نامی کے اعتبار سے وابستگان علم وفکر کے مابین حسن تذکرہ کا عنوان ہے، اور مثلِ مشہور ’’زبان خلق کو

❖ صدر المدرسین وناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند

نقارۂ خدا سمجھو‘ کے بموجب یقین کامل ہیکہ حق تعالیٰ ادارہ کے اسلاف واکابر، ذمہ داران، اساتذۂ کرام وجملہ کارکنان کی جہود مسلسل، سعیٔ پیہم اورصبر واستقامت کو اپنی بارگاہ میں سند قبولیت عطاء فرماتے ہوئے اجر جذیل کا باعث بنائیں گے۔ان شاء اللہ

آج جبکہ ہم جلسہ انعامیہ کے عنوان سے اپنی سالانہ تعلیمی کارکردگی پر غور وخوض کی غرض سے جمع ہیں، ایسے میں ہم اپنے قدیم رفیق ، ادارہ کی خشت اساس سے وابستہ رہے انتہائی مخلص وبافیض استاذ جناب مولانا محمد اسلام قاسمی صاحب رحمہ اللہ کی فرقت اوران کے خلاء کو بھی شدت سے محسوس کررہے ہیں، وہ انفرادی شان اور گونا گوں اوصاف وکمالات کے حامل ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، جلسہ انعامیہ کا یہ اسٹیج سالوں ان کی نظامت اور یہ درس گاہ ان کے مثالی درس کی گواہ ہے، رواں تعلیمی سال کے ماہ ذی قعدہ کے آخر میں وہ دار بقاء کی جانب کوچ کر گئے۔حق تعالیٰ ان کی مغفرت کاملہ فرمائے اوران کے درجات بلند فرمائے۔آمین

حضرات محترمین! موجودہ احوال میں مدارس اسلامیہ کی بقاء اوراس کا تحفظ کسی چیلنج سے کم نہیں ہے ،ان احوال میں تمام تر اقدامات اور جملہ تحفظات کے ساتھ اگر ہم نصرت خداوندی کے متمنی ہیں تو یاد رہے کہ یہ نصرت صبر وتقویٰ کے ساتھ مشروط ہے، اور یہی ایک مؤمن کامل سے مطلوب ومقصود بھی ہے، زمانہ کی ناہمواریاں ، احوال زمانہ کی بدعنوانیاں اور ناانصافیاں، انقلاب دہر کی تلاطم خیز موجیں چاہے کتنی ہی خوفناک شکل اختیار کرلیں لیکن صبر وضبط کے ساتھ استقامت پر ہی معیت ومعاونت ربانی کا وعدہ ہے۔حق تعالیٰ تمام تعلیمی اداروں خصوصا مدارس اسلامیہ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، اوران اداروں کے ذریعہ تبلیغ دین اوراشاعت دین کی راہیں سہل فرمائیں۔

طلبۂ عزیز! اسلام کے روز اول سے لے کر اب تک اسلاف واخلاف، سب نے مقدور بھر بلکہ اپنی بساط سے بھی بڑھ کر قندیل علم کو روشن کرنے میں اپنی عمریں بتادیں، بعثت نبوی ﷺ سے لے کر زمانہ حال تک یوں ہی چراغ سے چراغ جلتا رہا، قندیل سے قندیل روشن ہوتی رہی اور آج بھی امت کے درد مند ارباب دانش وحکمت اور علماء وفضلاء کا طبقہ اس تڑپ اور سوز کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دیے ہوئے ہے۔ ہندوستان میں حضرت نانوتویؒ کی تحریک کو آج ڈیڑھ صدی پر مشتمل ایک طویل ترین وقت گذر جانے کے باوجود بھی طالبانِ علم دین کا جوق درجوق اور پُر امید وپُر شوق انداز میں دیوبند پہنچنا اور اپنی ترجیحات کے حصول کے لئے حتی المقدور کوششوں وکاوشوں کا بروئے عمل لانا اورآج بھی دن بدن اضافے کے رجحانات کا مسلسل بڑھتے رہنا بلاشبہ ہمارے اکابر واسلاف کے اخلاص فی الدین کی ایسی

بین اور روشن دلیل ہے جس کی ماہیت و حقیقت کا بچشم قلب ادراک کیا جا سکتا ہے اور کیفیت کا بچشم سر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ان ہی حضرات کی دعواتِ نیم شبی کے یہ مشاہداثرات ہیں کہ دارالعلوم وقف دیوبند اپنی بنائے خشت اساس وقف علی اللہ کے تاریخی تسلسل کی بنیاد پر طالبانِ علوم نبوت کے لئے اولین ترجیحات کا بنیادی اور مرکزی محور ہے۔

طلبہ عزیز!اب آپ حضرت نانوتویؒ کی خشت اساس پر قائم دارالعلوم وقف دیوبند سے مربوط ہیں گویا آپ فکر دیوبند کی اساس سے منسوب اور اکابر دیوبند سے مربوط ہیں۔خدارا!ان عالی نسبتوں کی لاج رکھئے اور اپنے علم میں مضبوطی کے ساتھ میدان عمل میں اپنا ایک امتیاز قائم کیجئے، آپ کو علوم نبوی ﷺ کے لئے منتخب کیا گیا ہے،اپنے مقام و مرتبہ اور اس علم کے وقار کو پہچانئے اور اسے ہمیشہ مستحضر رکھئے، دارالعلوم وقف آپ کی ہمہ جہت تعمیر و ترقی کے لئے سرگرم عمل ہے،اور آپ کی تعلیمی و فکری تعمیر کے تئیں مسلسل کوشاں ہے۔

طلبۂ عزیز!خدا تعالیٰ نے آپ کو علم و عمل اور فضل و کمال کے لیے منتخب فرمایا یہ حق تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو توفیق بخشی کہ انہوں نے اپنی محبتوں اور شفقتوں کو قربان کر کے راہِ خدا میں آپ کو بھیج دیا جن کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا ہے کہ آپ ایک مستعد و مستند عالِم دین بن کر قوم و ملت کی لوجہ اللہ خدمت انجام دیں۔اب اگر آپ اس لائق نہ بن پائے کہ جس کی توقع آپ کے والدین کو ہے تو پھر آپ کس مطلب کے ہیں؟ مدرسہ کے لئے باعث بدنامی، والدین کے لئے باعث عار، اور قوم و ملت کے لئے باعث بار بنیں گے۔

حضرات !موجودہ صورت حال یہ ہیکہ کشتیٔ امت منجدھار میں ہے اور کوئی کامیاب مشاق کشتی بان بھی نہیں ہے، اکابر علماء کی صفیں تیز رفتاری سے لپٹتی جا رہی ہیں، ملت کی نگاہیں آپ کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی ہیں کہ شاید ان کے درد کا درماں فیاض ازل نے آپ کے دستِ شفا میں رکھا ہو۔

آج علماء کی ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جن کے علم میں گہرائی و گیرائی ہو،جن کی سوچ و فکر میں وسعت ہو جو سینہ میں قلب حزیں رکھتے ہوں،ان کے کردار و گفتار میں تضاد نہ ہو،ان میں طاعت ابراہیمی اور اطاعت اسماعیلی اور عصائے موسوی کی فولادی صلابت اور حضرت عیسیٰ مسیح کی کیمیا گری موجود ہو۔

وہ نہ صرف خود قرآن و سنت پر اپنی انفرادی اور معاشرتی زندگی میں مکمل طور پر عمل پیرا ہوں بلکہ دیگر اقوام و ملل کے سامنے بھی اسلامی دعوت پیش کریں، اور انہیں بتائیں کہ وہ محض انسانی عقل و خواہش پر بھروسہ کرنے کے بجائے وحی الٰہی کی بالاتر رہنمائی کو قبول کریں اور انسانی معاشرے کو عقل و خواہش کی بے

لگام پیروی سے نجات دلائیں تاکہ مجموعی طور پر انسانی آبادی فطری قوانین اور نظام کے تحت امن وخوش حالی کی حقیقی منزل سے ہم کنار ہوسکیں۔

اب دیکھنا ہے کہ یہ مذکورہ اوصاف کے حامل رجال کار کب اور کہاں لنگر انداز ہوں گے، ہماری اپنی خواہش کے حق تعالیٰ یہ سعادت دارالعلوم وقف دیوبند کو عطا فرمائے اور فضلائے دارالعلوم وقف یہ کہتے ہوئے آگے بڑھیں کہ۔

کہہ دو میر و غالب سے ہم بھی شعر کہتے ہیں ❁ وہ صدی تمہاری تھی یہ صدی ہماری ہے

ان ناگزیر معروضات کے بعد آیئے تعلیمات کی رپورٹ کا رخ کرتے ہیں۔

جدید داخلوں کی کارروائی

ادارہ کی عنداللہ وعندالناس روز افزوں تعلیمی ترقیات کے بناء پر طالبین علوم کا ادارہ کی جانب رجوع ہر سال تیزی سے بڑھ رہا ہے اور داخلہ کے متمنی طلبہ کی ایک بڑی جماعت ہر سال ادارہ سے رجوع کرتی ہے، چنانچہ اسی کے پیش نظر سال رواں درخواست برائے داخلہ جدید کی تقسیم کا عمل مؤرخہ: ۲۷ر رمضان ۱۴۴۴ سے شروع کردیا گیا، جس کا سلسلہ مؤرخہ ۴ر شوال المکرّم ۱۴۴۵ تک روز عید کے علاوہ متواتر جاری رہا، جس میں مختلف درجات میں داخلہ کے امیدوار طلبہ نے درخواست برائے داخلہ جدید کی تکمیل کی۔اور اس دورانیہ میں تقریبا ۲۰۰۰ ا جدید فارم تقسیم کئے گئے۔مؤرخہ ۶ر شوال تا ۱۰ر شوال امتحان داخلہ کا انعقاد کیا گیا، امتحان داخلہ میں مجموعی طور پر ۱۵۰۰ا ر طلبہ شریک ہوئے۔

جن میں سے تقریباً ۱۶۷ا ر طلبہ کا بشرائط مطلوبہ مختلف درجات کے لئے جدید داخلہ منظور کیا گیا۔جبکہ قدیم طلبہ کی تعداد ان کے علاوہ ہیں۔سال رواں حسب نظام سابق مطلوبہ تعداد کے مطابق تمام درجات میں امدادی داخلے منظور کئے گئے۔جبکہ صرف دورۂ حدیث شریف میں جدید داخل شدہ تعداد میں سے ۲۲۲ طلبہ کا داخلہ نمبرات کی کمی کی بنیاد پر غیر امدادی منظور کیا گیا۔اور ۳۳۷ طلبہ کا امدادی داخلہ منظور کیا گیا۔اس دورانیہ میں ادارہ کی یہ کوشش رہتی ہیکہ کارروائی کے ایام میں حتی الامکام تخفیف کرکے ایام تعلیم میں اضافہ کیا جائے ،تاکہ تمام اسباق کے نصاب اپنی کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے مکمل کئے جاسکیں۔
چنانچہ اسی تناظر میں امتحان داخلہ کے موقع پر ذمہ داران ادارہ کی حضرات اساتذۂ کرام اور کارکنان کے ذریعہ غیر معمولی معاونت کی بناء پر مختصر دورانیہ میں داخلہ کی جملہ کارروائی مکمل ہوئی اور مورخہ ۱۷ر شوال المکرّم ۱۴۴۴ھ سے دارالعلوم وقف دیوبند کے روح رواں ومہتمم اور استاذ حدیث حضرت مولانا محمد سفیان

قاسمی صاحب مدظلہ کے نکات آفریں درس بخاری کے ذریعہ تعلیمی سال نو آغاز ہوا، جس کے بعد تمام درجات میں اسباق کا آغاز کردیا گیا۔ یوم اول سے ہی طلبہ حصولِ علم میں منہمک اور اپنے روشن مستقبل کی تعمیر کی جانب متوجہ ہوگئے۔

طلبہ عزیز! آئندہ تعلیمی سال (۴۵-۱۴۴۵) سے دارالعلوم وقف دیوبند جدید وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے جدید داخلے کے متمنی طلبہ کو سہولیات بہم پہونچانے کی غرض سے درخواست برائے داخلہ کی تقسیم اور اس کے دیگر نظام العمل کو بذریعہ ویب سائٹ آن لائن جاری کررہا ہے تاکہ جدید داخلہ کے امیدوار طلبہ تقسیم فارم کی ہنگامہ خیزی سے بچ کر اطمینان سے اپنے مقامات پر رہتے ہوئے درخواست فارم کی تکمیل کرسکیں، اور امتحان کے مقررہ وقت پر ادارہ حاضر ہوکر شریک امتحان ہوسکیں، اس نظام العمل کے تفصیلی شرائط وضوابط اور طریقہ کار ادارہ جلد نشر کرے گا، نیز ادارہ کی ویب سائٹ اور دفتر تعلیمات سے شائع ہونے والے لائحہ عمل میں بھی اس کی تفصیلات نشر کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ جدید داخلہ کے امیدوار طلبہ متوجہ رہیں، اور قدیم طلبہ اس نظام سے آگاہی کے بعد آئندہ سال آنے والے اپنے جدید رفقاء کی رہنمائی بھی کریں۔

حاضری کا اہتمام

سال ہائے گذشتہ کی طرح سال رواں بھی تعلیمی سال کے آغاز سے ہی درس میں طلبہ کی حاضری کو یقینی بنانے کے لئے حاضری کے اہتمام کو لازمی قرار دیا گیا اور اس پر تعلیمات کی خصوصی توجہ رہی۔ حاضری میں طلبہ کی تساہلی محسوس ہونے کی صورت میں تنبیہی کارروائی بھی عمل میں لائی جارہی ہے، وہیں ہر روز طلبہ کی حاضری کے اندراج اور اس کی جانچ کا اہتمام بھی کیا جارہا ہے، تاکہ طلبہ کی سالانہ حاضری کا صحیح اوسط معلوم ہوسکے، اور جسکی بناء پر طالب علم کی ترقی وتنزلی کا فیصلہ لیا جاسکے۔

درجات ثانویہ کا نظام تعلیم اور ماہانہ امتحانات کا انعقاد

ابتدائی درجات کی غیر معمولی اہمیت کی بناء پر از اعدادیہ تا عربی چہارم کے تعلیمی نظام کے استحکام کی جانب تعلیمات کی حسب سابق خاص توجہ رہی، ان درجات کی تعلیمی نگرانی کے لئے حسب سابق جناب مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب (نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) کی نگرانی میں دو جید الاستعداد اساتذۂ کرام پر مشتمل نگراں کمیٹی تشکیل دی گئی، جو حسبِ معمول بہ اہتمام وبہ التزام از مغرب تا عشاء مسجد میں موجود رہ کر طلبہ کو تکرار ومطالعہ کا پابند کرتے ہوئے ان کی تعلیمی نگرانی کرتے ہیں، بعد مغرب کے اس

نظام میں طلبہ کی حاضری کا بھی غیر معمولی اہتمام کیا گیا، حاضری کا یہ نظام سالانہ معیار حاضری میں بھی شامل ہے اور بعد مغرب کی اس حاضری پر بھی تعلیمات کی بھرپور نگاہ ہے۔

مذکورہ ابتدائی درجات کے طلبہ کی تعلیمی استعداد کی جانچ پرکھ، اوران کی تعلیمی لیاقت کوجلا بخشنے اور نکھار پیدا کرنے کی غرض سے ہر ماہ ''ماہانہ امتحان'' کے انعقاد کی زریں وثمر آور روایت ہے۔ جس کے پیش نظر سال رواں بھی ہر ماہ بالتزام ازاعدادیہ تا عربی چہارم کے طلبہ کا ماہانہ امتحان منعقد کیا گیا، جس میں طلبہ نے اپنی لیاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا، ماہانہ امتحان میں ادارہ کے حضرات اساتذۂ کرام کے علاوہ ذیل میں مذکور اداروں سے بھی ماہرین فنون اساتذۂ کرام بحیثیت ممتحن مدعو کئے گئے:

۱۔ جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند

۲۔ جامعہ حسینیہ تاؤلی، مظفر نگر

۳۔ المعہد العالی الاسلامی مانک مؤ، سہارنپور

حضرات ممتحنین نے امتحان میں طلبہ کی حسن کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کلمات تحسین رقم کئے۔ ماہانہ امتحان میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کوادارہ کی جانب سے بطور تشجیع نقد انعام سے بھی نوازا گیا۔

ابتدائی عربی درجات میں ناگزیر عصری نصاب کی شمولیت

دارالعلوم وقف دیوبند نے عصری تعلیم کی ناگزیر ضرورت واہمیت کا ادراک کرتے ہوئے سال رواں غیر معمولی اقدام کیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہیکہ ازعربی سوم تا دورۂ حدیث بشمول تکمیلات وتخصصات کے طلبہ کے لئے NIOS سے سیکنڈری (10th) اور سینئر سیکنڈری (12th) کے امتحان کا نظام مرتب کیا گیا ہے، جس کے تحت سال رواں تقریبا ۳۰۰ طلبہ کے رجسٹریشن کو منظوری دی گئی۔

NIOS کا یہ جاری نظام چونکہ دوسرے ادارہ کے تعاون سے جاری ہے، لیکن دارالعلوم وقف دیوبند NIOS سے براہ راست منظوری اوراس کے برانچ کے حصول کے لئے براہ راست مسلسل کوشاں ہے، کاغذات داخل کئے جاچکے ہیں، توقع ہیکہ ان شاء اللہ جلد ہی منظوری حاصل ہوگی۔ اور مستقبل قریب میں اسکے مفید تر نتائج سامنے آئیں گے۔

شعبۂ تدریب فی التدریس

تدریسی فرائض کی اس کے حدود وآداب اور اسالیب وجوانب کے ساتھ انجام دہی تدریب

وتمرین طلب امر ہے، جو عموماً طویل تجربات کے بعد حاصل ہوتا ہے، جس کی بناء پر ہمارے معاشرے میں کامیاب مدرس عموماً کمیاب ہوتے ہیں، اسی کے پیش نظر تدریس میں تدریب کی غرض سے دارالعلوم وقف دیوبند نے رواں تعلیمی سال سے دوسالہ ''شعبہ تدریب فی التدریس'' کا آغاز ہو گیا ہے، اس شعبہ کا بنیادی مقصد فضلائے دارالعلوم وقف دیوبند کی میدان تدریس میں ایسی تدریب اور تمرین ہیکہ وہ ایک کامیاب مدرس کا فریضہ انجام دے کر طلبہ کے روشن مستقبل کے ساتھ صالح و مستحکم معاشرہ کے قیام کے ضامن بنیں۔
اس شعبہ کیلئے سال رواں بعد انٹرویو و بعد جانچ حسب معیار و حسب شرائط دو ممتاز فضلاء کا انتخاب عمل میں آیا ہے، اس شعبہ کے لئے منتخب فضلاء کو جملہ سہولیات کے ساتھ فی نفر ۷۰۰۰ روپئے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جارہا ہے، ان فضلاء کی سال اول میں عمدہ و مثبت کارکردگی کی بناء پر ہی سال دوم کیلئے ترقی عمل میں آئے گی۔ نیز آئندہ سالوں میں بھی تدریس میں تدریب و تمرین کی غرض سے اسی نہج پر اس شعبہ کے لئے ممتاز فضلاء کا انتخاب عمل میں آتا رہے گا۔

شعبۂ تخصص فی الفقہ والافتاء

منصب افتاء و قضاء انتہائی نزاکتوں سے پُر غیر معمولی اہمیت کا حامل منصب ہے، علمائے اصول اور حضرات فقہاء کی تصریحات کے مطابق مفتی کے لئے جہاں ایک طرف ماہر اور معتبر اساتذہ کی تربیت لازمی ہے، وہیں فقہی مزاج و مذاق بھی ضروری ہے، موجودہ دور انحطاط اور اس دور میں مسائل فقہیہ میں نوازل و حوادث کی کثرت و بہتات نے اس بات کو لازمی قرار دے دیا ہے کہ افتاء و قضاء سے وابستہ طلبہ کی ماہر اساتذۂ کرام کی نگرانی میں مزید تدریب، تمرین اور تربیت ہو اور ان میں فقہ و فتاوی باب میں رسوخ پیدا کیا جائے، اس مقصد کے لئے سال رواں سے ادارہ میں باضابطہ ''تخصص فی الفقہ والافتاء'' (سال دوم) کا آغاز کر دیا گیا ہے، یہ شعبہ تکمیل افتاء کا سال دوم شمار ہوگا۔ اس شعبہ کیلئے تکمیل افتاء (سال اول) میں امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے دو طلبہ کا بذریعہ انٹرویو داخلہ لیا گیا ہے، اور ان طلبہ کو من جانب ادارہ جملہ سہولیات کے ساتھ ۳۰۰۰ ؍ روپئے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں ادارہ مستقبل قریب میں تخصص فی الادب العربی، تخصص فی الحدیث الشریف، اور تقابل ادیان جیسے اہم و ناگزیر شعبہ جات کے آغاز کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔

علمی محاضرات وورکشاپ

طلبۂ تکمیلات و تخصصات کی علمی و فکری پرواز کو بلند کرنے کے لیے حجۃ الاسلام اکیڈمی کے زیر

اہتمام حالات حاضرہ سے ہم آہنگ اہم علمی وفکری عناوین پر محاضرات کے انعقاد کی روایت بھی ہے، جس کے ضمن میں سال رواں جن اہم عناوین محاضرات دیئے گئے ان کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

(۱) ''اسلامی معاشیات، ایک تعارف''

(۲) ''ہندوستان میں اسلامک فائنانس اور بینکنگ کا سفر''

(محاضر: جناب ایچ عبدالرقیب صاحب، جنرل سکریٹری انڈین سینٹر اسلامک فائنانس، نئی دہلی)

(۳) **'مشكلة الحديث**

(۴) **تخريج الحديث والحكم عليه'**

(محاضر: جناب مولانا ڈاکٹر ابواللیث صاحب پروفیسر اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی ملیشیا)

(۵) ''کرپٹو کرنسی کی حقیقت''

(محاضر: جناب ڈاکٹر مبشر احمد رحمانی صاحب لیکچرر مونسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی (M.T.U.) آئرلینڈ)

(۶) ''آداب الخلاف: حدود وآداب''

(۷) ''مسئلہ فلسطین کا پس منظر اور موجودہ صورت حال''

(۸) ''ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ، عدالتی اور قانونی چیلنجز''

(محاضر: حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنو، سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

ان علمی محاضرات کے علاوہ سال رواں The Budding Leadership جیسے حساس اور اہم عنوان سے طلبہ تخصصات وتکمیلات کے لئے پانچ روزہ شخصیت سازی ورکشاپ کا بھی انعقاد کیا گیا جس کے لئے محترم جناب ڈاکٹر عبداللہ علی مرزا بیگ صاحب (حیدرآباد) کو بحیثیت ٹریز مدعو کیا گیا، جس میں انہوں پانچ روز تک مختلف نشستوں میں مختلف موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی اور طلبہ کو عملی مشق کا بھی مکلف کیا۔ اس پانچ روزہ پروگرام میں محترم ٹریز صاحب نے ذہن سازی، باتوں کے مثبت ومنفی اثرات، How Mind Works یعنی دماغ کس طرح کام کرتا ہے۔ ابھرتی ہوئی قیادت کی تشکیل میں فکر کا کردار، Stage Performance & Community Speech یعنی ہم کس طرح اسٹیج پر اپنی شخصیت اور اپنی بات کو مؤثر بنا سکتے ہیں اور مختلف المزاج لوگوں کے ساتھ تعامل وطریقہ کار جیسے موضوعات پر تفصیل سے گفتگو کی۔ اس دوران انہوں نے شخصیت سازی کے مراحل کو عصری تطبیقات کے

ساتھ پیش کیا اور اس درمیان استعمال ہونے والی معاصر اصطلاحات سے بھی طلبہ کو روشناس کرایا۔ یقیناً یہ پروگرام طلبہ کی تعمیر شخصیت کے باب میں نہایت مفید اور غیر معمولی اہمیت کا حامل ثابت ہوا۔

شعبۂ حفظ وناظرہ اور شعبۂ تجوید کا نظام تعلیم

شعبۂ حفظ وناظرہ اور شعبۂ تجوید کے تعلیمی نظام کو بھی تعلیمات نے غیر معمولی طور پر مرتب کیا ہے۔ جو کہ گذشتہ سال سے اسی مرتب نظام کے مطابق نافذ العمل ہے، اس نظام العمل کے نتیجہ میں بطور تحدیث نعمت یہ بات کہی جاسکتی ہیکہ گذشتہ سال امتحان سالانہ سے قبل شعبہ حفظ کے تین طلبہ نے مختلف اساتذۂ کرام کی نگرانی ایک نشست میں مکمل قرآن کریم سنایا تھا جبکہ سال رواں بحمداللہ پانچ طلبہ نے مختلف اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ایک نشست میں مکمل قرآن کریم سنایا ہے۔ جنہیں آج کی اس مجلس میں گراں قدر انعام سے بھی نوازا جارہا ہے۔ یقیناً طلبہ کی محنتیں والدین اور اساتذہ کے ساتھ ہم تمام لوگوں کیلئے بھی ذخیرۂ آخرت ہوں گی۔ ان شاء اللہ

نیز شعبہ تجوید کی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلمہ ہے، جس کی غیر معمولی اہمیت کے تناظر میں سال رواں سے ادارہ نے شعبہ تجوید اردو حفص کا دوسالہ نصاب پر مشتمل نظام العمل نافذ کردیا ہے۔

عموماً یہ دیکھا گیا ہیکہ فضلائے مدارس غیر معمولی صلاحیتوں کے باوجود قرآن کریم کی درست تلاوت، نیز اس کے قواعد ومخارج سے نابلد رہ جاتے ہیں، جس کی بناء پر معاشرے میں فضلاء کے تئیں منفی تاثر مرتب ہوتا ہے، اسی تناظر میں دارالعلوم وقف دیوبند نے رواں تعلیمی سال سے از اعدادیہ تا دورۂ حدیث تمام طلبہ کیلئے حسب مراتب ایک پارہ حفظ کو لازمی قرار دیا ہے۔

مجموعی طور پر ادارہ کی تعلیمی کیفیت، جامعیت اور اسکے استحکام سے آپ حضرات بخوبی واقف ہیں جو یقیناً تمام حضرات کی مشترکہ جہود کی غماز ہے، جس کیلئے جملہ حضرات اساتذۂ کرام بطور خاص لائق تہنیت ہیں۔

اس طویل سمع خراشی کے بعد اب آیئے اس مقصد کا رخ کرتے ہیں جس کیلئے ہم اور آپ یہاں جمع ہوئے ہیں۔

طلبۂ عزیز! مستقبل آپ کا منتظر ہے، ملت کی نگاہیں آپ کی جانب ہیں، آپ ملت کی امیدوں پر کھرا اترنے کے لائق ہوئے یا نہیں؟ یہ دیکھنے کے لیے آپ کا امتحان لیا گیا، نتائج آپ کے سامنے ہیں، جو طلبہ امتحان میں کامیابی سے سرفراز ہوئے، وہ قابل مبارک باد ہیں، ادارہ ان کی محنت وجہد مسلسل کا احترام

کرتا ہے اوران کی محنت کوخراج تحسین کے طور پر بصورت کتب انعامات سے نوازرہا ہے۔

اس موقع پر ادارہ اپنے ان تمام معاونین ومخلصین اور خصوصاً ناشرین کتب کا شکر گذار ہے جن کے گراں قدر تعاون سے آج بڑی مقدار میں کتب بطور انعام طلبہ کو دی جارہی ہیں۔جیسا کہ آپ کو معلوم ہیکہ جلسہ انعامیہ میں طلبہ کو جو انعامات دیئے جاتے ہیں وہ مختلف طرح کے ہوتے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) عمومی انعام: یہ انعام ہراس طالب علم کو دیا جاتا ہے،جس نے سالانہ امتحان میں شرکت کی ہو۔

(۲) خصوصی انعام: یہ انعام ہر جماعت میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو دیا جاتا ہے۔

(۳) امتیازی انعام: یہ انعام خاص طور پر دورۂ حدیث شریف میں پوزیشن لانے والے طلبہ کو دیا جاتا ہے۔

(۴) خصوصی نقد انعام برائے پوزیشن یافتگان: یہ انعام تمام درجات میں اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی جانب سے دیا جاتا ہے۔

(۵) خصوصی نقد انعام برائے صدفی صد حاضر باش: یہ انعام مستقل درس میں حاضر رہنے والے ان طلبہ کو دیا جاتا ہے،جن کی پورے سال میں کوئی غیر حاضری نہ ہو۔

(۶) خصوصی نقد انعام برائے حفظ: یہ انعام حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی جانب سے اس سال شعبۂ حفظ کے ان پانچ طلبہ کو بھی دیا جارہا ہے جنہوں نے ایک نشست میں مختلف اساتذۂ کرام کی نگرانی میں مکمل قرآن کریم سنایا ہے۔یہ پانچوں طلبہ جناب قاری توقیر عالم صاحب استاذ شعبہ حفظ سے متعلق ہیں۔ان طلبہ کے نام درج ذیل ہیں:

محمد زید دہلی، فارم نمبر ۲۵۹۳

عبدالصمد شاملی، فارم نمبر ۵۷۰

سیف دہلی، فارم نمبر ۲۵۸۲

عبدالرازق دیوبندی ۵۸۳

محمد مصعب مظفر نگری ۲۵۷۴

(۷) خصوصی تشجیعی انعام: مؤرخہ ۳۰ر دسمبر ۲۰۲۳ء کو شعبۂ انگریزی کے طلبہ کے مابین بزبان انگریزی مسابقۂ خطابت کا انعقاد کیا گیا،جس کے لئے جے این یو دہلی کے اسسٹنٹ پروفیسر جناب ڈاکٹر محمد اجمل صاحب اور حق ایجوکیشن کانپور کے چیئرمین جناب مولانا مفتی عبدالرشید صاحب کو بطور حکم مدعو کیا گیا۔اس تقریری مسابقہ میں شعبہ کے ۲۹ طلبہ نے شرکت کی،جن میں پوزیشن یافتگان کو بطور تشجیع

خصوصی انعام اوراس مسابقہ کے تمام مساہمین کوبطور تشجیع عمومی انعام بشکل کتاب دیا جارہا ہے۔اس مسابقہ میں پوزیشن یافتگان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اول پوزیشن : محمد نعمان عقیل سہارنپور، فارم نمبر: ۲۶۳۵

دوم پوزیشن : حفظ اللہ مدھوبنی ،فارم نمبر ۲۶۲۱

سوم پوزیشن: محمد کیف سنت کبیر نگر، فارم نمبر ۶۶۱

سال گزشتہ دورۂ حدیث شریف کے سالانہ امتحان میں امتیازی نمبرات سے جن طلبہ نے کامیابی حاصل کی، وہ درج ذیل ہیں:

اول پوزیشن : محمد شمس قمر سہرسہ، فارم نمبر: ۲۸۳

دوم پوزیشن : محمد منور حسین حیدرآباد، فارم نمبر ۲۱۳۸

سوم پوزیشن: محمد فردوس سیتاپور، فارم نمبر ۲۰۲۹

اب آپ کے انعامات آپ کے حوالے ہیں،حق تعالیٰ آپ کا معاون ومددگار رہواور آپ کے علم وعمل میں تمام تر برکتیں عطاء فرمائیں اور آپ کو دین کی خدمت کیلئے منتخب فرمائے۔حق تعالیٰ ادارہ کو تمام سرگرمیوں اورکاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ترقیات سے سرفراز فرمائے۔

والسلام

سید احمد خضر شاہ مسعودی

صدرالمدرسین وناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند

۶ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۸رجنوری ۲۰۲۴ء

خبرنامہ

احوال وکوائف

سالانہ جلسۂ انعامیہ کا انعقاد

مؤرخہ ۶ ررجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۴ رجنوری ۲۰۲۴ء کو دارالعلوم وقف دیوبند میں حسب روایت سالانہ جلسہ انعامیہ کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت دارالعلوم وقف دیوبند کے روح رواں و مہتمم حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہ نے فرمائی انہوں نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ دور فکری تصادم کا دور ہے، جس کے نتیجے میں آج انسانی افکار ونظریات پر حملے ہورہے ہیں اور پورا عالم آج اس حملہ کی زد میں ہے، ایسے وقت میں اپنے افکار ونظریات کی اصلاح کرتے ہوئے امت کی اصلاح کے لئے متفکر رہنا اور ان فکری حملوں کے دفاع کے لئے میدان عمل میں آنا وقت کا اہم تقاضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر دور میں چیلنجز کے دفاع کے لئے اللہ تعالیٰ افراد تیار فرماتے ہیں۔ موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرمایا ہے۔ آپ ملت کا قابل افتخار سرمایہ ہیں۔ ملت کی نگاہیں آپ پر ٹکی ہیں، آپ اپنے مطالعہ میں تعمق پیدا کریں، فکر میں توسع پیدا کریں اور زمانے کے فتنوں کو سمجھیں۔ آج ہر چہار سو اسلام مخالف مہم چھڑی ہوئی ہے، ہر چہار سو سے اسلام مخالف فکر حملہ آور ہے۔ آپ کی پاکیزہ تہذیب وثقافت کو مسخ کرنے کی بھرپور کوششیں ہیں۔ ان سب احوال میں آپ کو اسلام کی پاکیزہ روایات کی بقاء کے لئے آگے آنا ہوگا۔ اسلام کی صحیح تعلیمات کو پوری دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ جس وقت ملک پر سامراجی حکومت قابض ہوئی اس وقت اس ملک میں اسلامی اقدار وروایات کے تحفظ کے لئے مضبوط لائحہ عمل کی تیاری سب سے بڑا اکا زتھا۔ چنانچہ بانی دارالعلوم حضرت نانوتویؒ نے ایسے افراد کی تیاری کو مقدم کیا جو مکمل اسلامی تہذیب وثقافت کے علمبردار ہوں، جو اسلامی علوم کی روشنی میں اپنے اسلام کی بقاء وتحفظ کا فریضہ انجام دیں۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی جس کی ڈیڑھ سو سالہ حسین تاریخ آپ کے سامنے ہے، جس نے ہر فن اور ہر میدان کے لئے رجال کار تیار

کئے۔انہوں نے کہ اگر ہم غور کریں کہ ہمارے اکابر میں وہ کون سے امتیازی اوصاف تھے جن کی بنا پر انہوں نے اس ادارے سے آفاقی فکر کے حامل افراد تیار کئے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کا امتیازی وصف فکری اعتدال ہے اور یہی اعتدال علماء دیوبند کا طرۂ امتاز ہے۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اکابر کے علوم ومعارف اور ان کے نکات آفریں مضامین کا مطالعہ کریں اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے اندر اعتدالِ فکر پیدا کریں۔اسلامی اقدار و روایات کے تحفظ کے لئے ان کی کوششوں کا مطالعہ کرکے مستقبل کے لئے مضبوط لائحہ عمل تیار کرکے میدان عمل میں قدم رکھیں،انہوں نے کہا کہ آپ ان اکابر دیوبند کے جانشین ہیں،جنہیں یہ چیزیں چھو کر بھی نہیں گذریں۔انہوں نے کہا کہ علم دین ایک جہد مسلسل جذبہ اصلاح اور ملی وقومی دردمندی سے عبارت ہے۔علماء انبیاء کے وارث ہیں، نبی کا ترکہ ہر چند کہ علم ہے،لیکن نبی اپنی قوم کی ہمہ جہت ترقی وکامرانی کا طلب اور درپیش خطرات سے آگاہ کرتا ہے اور ان کے ازالے کی تدابیر بتاتا ہے۔آپ امت کے سامنے ایک ایسے مذہبی نمائندے کے طور پر سامنے آئیں جو ہر طرح کی تنگ نظری،جمود اور تشدد سے یکسر پاک ہو۔آج جب کہ عالمی وملکی میڈیا کے ذریعہ نت نئے مذہبی قضیے چھیڑ کر اسلام کو دقیانوس اور رجعت پسند ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے،ایسے میں آپ کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے دارالعلوم وقف دیوبند کے صدرالمدرسین وناظم تعلیمات حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی جو اپنی علالت کی بناء پر شریک اجلاس نہیں ہوسکے ان کی جانب سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ہی سالانہ کارکردگی پر مشتمل تفصیلی رپورٹ پیش کی،جس میں انہوں نے سالانہ تعلیمی ترقیات اور انضباط کے لئے کی گئی ناگزیر کارکردگیوں کا ذکر کرتے ہوئے نئے تعلیمی سال سے آن لائن تقسیم داخلہ فارم کے نظام العمل کے اجراء کا بھی اعلان فرمایا۔اور ساتھ ہی ادارہ کے معاونین ومخلصین کا ان کے گراں قدر تعاون پر شکریہ بھی ادا کیا۔اس موقع پر تمام طلبہ کو انعامات تقسیم کئے گئے جبکہ تمام درجات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو خصوصی،امتیازی ونقد انعامات سے نوازا گیا،ساتھ ایک نشست میں مکمل قرآن کریم سنانے والے پانچ طلبہ کو بھی خصوصی انعامات دیئے گئے۔اجلاس کا آغاز مولانا قاری محمد واصف کی تلاوت سے ہوا،جبکہ نظامت کے فرائض مولانا مفتی محمد احسان قاسمی نے انجام دیئے۔اس موقع پر اساتذۂ دارالعلوم وقف دیوبند بطور خاص موجود رہے۔

درسِ مسلسلات وتکمیل بخاری شریف کا اہتمام

اپنے علم کو عمل کے سانچے میں ڈھال کر اخلاص وتقویٰ کے ساتھ حفاظت دین اور خدمت اسلام

کے فرائض انجام دیں اور بے لوث طریقے پر امت کی قیادت کے لئے میدان عمل میں آئیں، اسلام کے پیغام کو اقصائے عالم میں عام کرنے کے لئے موجودہ وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حفاظت دین اور خدمت اسلام کے لئے جدید وسائل کو استعمال میں لاکر امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں، حکمت، موعظت، تدبر، متانت وسنجیدگی کے ساتھ اسلامی طرز عمل پر اسلام کی دعوت کو امت کے ہر طبقہ تک پہونچائیں، آپ کی ہوش مند مخلصانہ قیادت ہی مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے گی، ان خیالات کے اظہار دارالعلوم وقف دیوبند کے روح رواں ومہتمم حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب نے ختم بخاری شریف و درس مسلسلات کی مناسبت سے دارالعلوم وقف دیوبند میں منعقدہ اجلاس سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو دین کی خدمت کے لئے منجانب اللہ منتخب کیا گیا ہے اور آپ کا یہ انتخاب اس تسلسل کا حصہ ہے، جس کا اغاز اصحاب صفہ سے ہوتا ہے، دنیا کے احوال پر نظر ڈالیں اور اس تناظر میں آپ مستقبل کے لئے لائحۂ عمل تیار کریں، آپ کا حسن عمل اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات میں آپ کی ترقیات کا راز مضمر ہے، آپ کی کردار وگفتار، اعمال وافعال اور اخلاق ومعاملات میں کہیں کمزوری نہ ہو، جس علم کو آپ نے یہاں سے حاصل کیا ہے اپنے تمام معاملات کو اسی علم کے سانچے میں ڈھالیں، اب آپ کے تجربات کا دور شروع ہو رہا ہے اس لئے اپنا موقف اور نصب العین طے کریں اور یہ طے کریں کہ آپ کو کونسی راہ اختیار کرنی ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالیں، اس موقع پر انہوں نے حدیث تسلسل بالماء والتمر کے فضائل وخصائص پر تفصیل سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں نسبتوں کے تحفظ کا عظیم پیمانے پر اہتمام کیا گیا ہے، اور یہی اسلام کا اختصاص وامتیاز ہے کہ قرن اول سے لیکر آج تک نسبت کے تحفظ کا غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہے، تمر وماء کا تسلسل بھی اسی کا ایک حصہ ہے، اس موقع پر انہوں نے طلبہ حدیث کو اجازت حدیث سے نوازا۔ دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین اپنی طبعی علالت کی بناء پر تشریف نہ لاسکے۔ جس کی بناء پر حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب نے ہی بخاری شریف کا آخری درس دیا، انہوں بخاری شریف کا آخری درس دیتے ہوئے کہا کہ امام بخاری کا اخلاص، تقویٰ اور للّٰہیت ہی ہے کہ آج زمانہ اور عرصہ گذر جانے کے باوجود بخاری شریف کے مقام ومرتبہ میں کوئی کمی نہیں آئی، انتہائی خلوص کے ساتھ انہوں نے ضبط حدیث میں بھی احتیاط وتقویٰ کو بھرپور ملحوظ رکھا، آخری حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک مسلمان تو میزان قول وعمل پر ایمان رکھتا ہی ہے لیکن آج کی سائنسی اکتشافات نے میزان قول وعمل کے تصور کو انسانی اذہان قریب تر کر دیا ہے، انھوں نے کہا کہ امام بخاری کے تراجم ابواب کا ایک بڑا وصف احقاق حق وابطال باطل ہے، اسلام کے

وہ قدیم اور نومولود فرقے جو صیانت دین کے دعویدار ہیں، انہوں نے اسلام کی غلط تشریح کر کے اس کی شبیہ کو مجروح کیا ہے، امام بخاری نے اپنے مخصوص پیرایہ میں ان تمام باطل نظریات اور غلط و فاسد دعاوی کا مسکت و مدلل جواب دیا ہے، علاوہ ازیں بخاری شریف میں ان کا مقصد صرف جمع احادیث ہی نہیں بلکہ مکمل اسلامی زندگی پیش کرنا بھی ہے اس میں آپ کو اسلام کی داخلہ پالیسی کے اصول بھی ملیں گے اور خارجہ پالیسی کے ضابطے بھی، گھریلو زندگی کا نقشہ بھی ملے گا اور عوامی زندگی کے خدوخال بھی، اس لئے اب آپ اپنا طرز حیات سنت نبوی کے مطابق اپنائیں، انہوں نے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اب آپ روایتی طالب علم کے دور سے نکل رہے ہیں، اور باضابطہ عالم کی حیثیت سے متعارف ہوں گے اس لئے آپ کے لئے لازمی ہے کہ جو کچھ آپ نے یہاں اپنے اساتذہ سے حاصل کیا ہے انہیں عملی زندگی میں لائیں، اپنی زندگی سنت نبویؐ کے مطابق ڈھالیں، اسلام سے اپنا رشتہ مضبوط کریں، مکمل اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوجائیں، نیز قرآن وسنت اور حیات اکابر سے اپنا رشتہ مضبوطی کے ساتھ قائم کریں، معطل ہوکر اپنے اس عظیم اور قیمتی علم کو ضائع نہ کریں، انہوں نے طلبہ کو اس بات کی تلقین کی کہ اپنے اندر فکر نانوتویؒ پیدا کریں اور علمائے دیوبند کے وصف خاص یعنی وصف اعتدال کو اپنی زندگی کے ہر زاویے میں اختیار کریں، نیز اپنے اندر خشیت الٰہی، تقویٰ اور خلوص وللّٰہیت پیدا کریں اور ہمیشہ اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ آپ ایک عظیم نسبت کے حامل ہیں لہٰذا اس نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے ادارہ کی نیک نامی کا ذریعہ بن کر مسلمانوں کی تعلیمی ومعاشی بدحالی کا علاج اسلامی تعلیمات اور ان علوم کی روشنی میں تلاش کریں جنہیں آپ یہاں سے حاصل کر کے جارہے ہیں۔ اجلاس کا آغاز قاری محمد واصف صاحب کی تلاوت سے ہوا، نظامت کے فرائض مولانا مفتی محمد احسان صاحب قاسمی نے انجام دیئے، حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند کی رقت آمیز پرسوز دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا، اس موقع پر جملہ اساتذۂ دارالعلوم وقف دیوبند کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں سے تشریف لائے اہم مہمانان کرام بھی شریک رہے۔

’’مقامات مقدسہ‘‘ عربی کا اجرا

دارالعلوم وقف دیوبند میں تحقیقی شعبہ حجۃ الاسلام اکیڈمی کے زیر اہتمام حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ کی عظیم، ضخیم، مقبول عام اور حضرت کی آخری تصنیف مقامات مقدسہ کی تعریب بنام ’’المقامات المقدسۃ الحجاز ومصر وفلسطین‘‘ کا اجراء عمل میں آیا۔ حضرت نے اپنی اس تصنیف کا آغاز عرب ممالک کے اپنے آخری اسفار کے دوران فرمایا تھا، اور جسے مسلسل چھ سال کی محنت کے بعد

حضرت نے مکمل فرمایا، یہ کتاب ان اہم زیارت گاہوں کے متعلق ہے جو عرب ممالک میں ہمیشہ سے اہل اسلام کی عقیدت ومحبت کا مرکز رہی ہیں، عربی زبان میں منتقل ہوئی مقامات مقدسہ کا اجراء کرتے ہوئے دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہٗ نے فرمایا کہ اس کتاب میں شہر مکہ، شہر قدس اور کوہ طور جو اپنی اپنی نوعیت ونسبت کے اعتبار سے از روئے کلام اللہ واحادیث رسول اللہ برگزیدہ و مقدس، باعظمت و بانسبت اور مبارک مقامات قرار دئے گئے ہیں۔ جن کو بوجوہ شرعی، تاریخی، عقلی، جغرافیائی اور سیاسی حقائق کے اعتبار سے اسلامی مراکز کا درجہ حاصل ہے۔قرآن کریم کی مختصر سورت والتین والزیتونکی پہلی آیت اور اس کے حسن سیاق وسباق، اعجازی بیان اور اس کے معجزانہ نظم عبارت کے تناظر میں ایک نہایت مفید و مدلل بحث کا سرنامہ ہے، قرب مکان سمیت دیگر مختلف اعتبارات سے ساکنان ممالک عربیہ کے لیے بالعموم اور ان ہرسہ مقامات مقدسہ اور اس کے اطراف واکناف سے وطنی تعلق رکھنے والوں کے لیے بالخصوص یہ موضوع بحث علمی دلچسپی کے ساتھ ایک خاص کشش کا بھی موجب ہے۔انہوں نے کہا کہ ان تین مقدس مقامات سے تین مقدس شخصیتیں حضرت موسی علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام اور نبی آخرالزماں محمد الرسول اللہ ﷺ ابھریں، پھران سے تین ملتوں کا ظہور ہوا، اور ان تین ملتوں سے تین امتیں بنیں جو اپنے اپنے دور میں صاحب الزماں ثابت ہوئیں، اور اس طرح ان آراضیٔ مقدسہ سے تقدیس و برگزیدگی کے آثار قوم بہ قوم، مکاں بہ مکاں اور زمان بہ زمان گذرتے ہوئے دنیا میں پھیلتے رہے جنہوں نے چاروں جہات مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کے ہزاروں خطوں اور لاکھوں شخصیتوں کو مقدس بنادیا، اس لیے یہ تین مقامات اپنی اپنی نوعت سے صرف مقدس ہی نہیں بلکہ مقدس ساز بھی ثابت ہوتے ہیں جنہیں حقیقی اور اصلی مقامات مقدسہ اور دوسرے تمام مقامات مقدسہ کی اصل کہنا چاہیے، اسی لیے قرآن کریم نے ان تین مقامات کی قسم کھا کر گواہ بنا کر ان کے مقدس ہونے کو قطعی بنا دیا ہے جس سے صاف نمایاں ہوجاتا ہے کہ تمام مقامات مقدسہ میں ان مقامات کا تقدس اصلی ہے خواہ وہ ان میں سے کسی مقام کی ذات ہی میں بدءفطرت سے پیوست کردیا گیا ہو اور قدرت نے براہ راست روز اول ہی سے اس میں تقدس کی روح ڈال ڈالی ہو اور خواہ کسی مقام میں اس کے تقدس کے لیے کوئی خاص واقعہ یا خاص سانحہ سبب بنا ہو اور تقدس کی روح اس میں پھونک دی گئی ہو۔اسی لیے حق تعالی نے انہی مقامات کو اصل کی حیثیت سے منتخب فرما کر ان کی ہی قسم کھا کر ان سے انسان کی احسن تقویم کی جامعیت اور افضلیت پر استدلال فرمایا ہے کہ انہی مقامات میں اپنی اپنی نوع کی جامعیتیں اور فضیلتیں ودیعت تھیں جن سے وہ عظیم ترین مقدس انسانی ہستیاں اور ان کی امتیں اٹھائی گئیں تا کہ انہیں سے دنیا کے آخری دور کی تاریخ پوری

کردی جائے، پس اس آیت والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کی روشنی میں اگران تینوں مقامات حجاز مقدسہ میں مکۃ المکرّمہ، (اصل اور قدیم نقشۂ دنیا کی رو سے) شام میں بیت المقدس اور مصر میں طور مقدس کو اصل اور بنیادی طور پر مقامات مقدسہ کہا جائے تو بلا شبہ یہ ان کا حق ہے۔ایک عرصہ سے اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی اور اس کا شدید تقاضہ بھی تھا کہ کتاب مذکور کا رائج الوقت عربی زبان میں ترجمہ شائع کیا جائے۔بحمداللہ وبفضلہٖ حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند کے زیرانتظام کتاب مذکور کا بلند معیار پیش نظر عربی ترجمہ اوراس کی اشاعت جملہ خدام ادارہ کے لیے وجہ افتخار ہونے کے ساتھ ادارہ کی اہم ترین علمی پیش رفت کے سرنامہ کا ایک مستقل عنوان بھی ہے۔دارالعلوم وقف دیوبند کے نائب مہتمم اور حجۃ الاسلام اکیڈمی کے ڈائریکٹر مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی نے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مقامات مقدسہ حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کی آخری تصنیف ہے، حضرت علیہ الرحمہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی اس کتاب کی اشاعت کے تئیں انتہائی متفکر تھے، بفضلہٖ تعالیٰ وبتوفیق خداوندی اور حضرت علیہ الرحمہ کی توجہات باطنی سے حجۃ الاسلام اکیڈمی اس اہم تصنیف کو معیاری عربی زبان میں منتقل کرنے کی سعادت حاصل کررہی ہے، حق تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے۔آمین

جدید داخلہ فارم کی آن لائن تقسیم کا اعلان

دارالعلوم وقف دیوبند میں آئندہ تعلیمی سال بابت ۴۶-۱۴۴۵ھ سے جدید داخلہ فارم کی آن لائن تقسیم کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔اس تعلق سے دارالعلوم وقف دیوبند کے نائب مہتمم مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ دارالعلوم وقف دیوبند ادارہ کی ترقیات کے باب میں ہر چند اصلاحات اور طلبہ کو سہولیات بہم پہونچانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔اسی تناظر میں دارالعلوم وقف دیوبند میں آئندہ تعلیمی سال سے آن لائن جدید داخلہ فارم کی تقسیم کا سلسلہ بھی ہے۔انہوں نے بتایا کہ دیوبند کے مدارس میں ماہ شوال کے اوائل میں جدید داخلہ کا نظام نافذ رہتا ہے جس میں جدید امیدوار طلبہ کی کثرت کی بناء پر دیوبند میں طلبہ کا ایک ہجوم ہوتا ہے اورانہیں مختلف دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ان ہی مسائل کے پیش نظر دارالعلوم وقف دیوبند نے آئندہ تعلیمی سال سے جدید داخلہ فارم کی آن لائن تقسیم کا فیصلہ لیا ہے۔انہوں نے اس نظام کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ آن لائن فارم کی تقسیم کا یہ سلسلہ ۱۰؍رمضان المبارک سے شروع ہوکر ۵؍شوال المکرّم تک جاری رہے گا۔ہر جماعت کے لئے تقسیم فارم کی ایک محدود

ومتعین تعداد ہوگی، اس جماعت کی متعینہ تعداد پوری ہونے پر ۵ر شوال سے پہلے بھی صرف اسی جماعت کے لئے تقسیم فارم کا سلسلہ موقوف کیا جاسکتا ہے، تقسیم فارم کا یہ نظام ادارہ کی ویب سائٹ سے جاری رہے گا۔ فارم کے حصول کے لئے امیدوار کو ادارہ کی ویب سائٹ www.dud.edu.in پر جانا ہوگا، وہاں جدید داخلہ فارم بابت ۴۶-۱۴۴۵ھ کا ایک آپشن نظر آئے گا، اس آپشن پر کلک کرنے کے بعد چند ہدایات آئیں گی، جنہیں ملحوظ رکھتے ہوئے اگلے صفحہ پر موجود فارم کی خانہ پوری کرنی ہوگی۔ حسب ضابطہ فارم کی تکمیل کے بعد امیدوار کو اجازت برائے شرکت امتحان داخلہ اور نقشۂ امتحانِ داخلہ موصول ہوگا۔ ان تفصیلات کے مطابق اجازت نامہ کے ہمراہ امیدوار شریک امتحان ہوگا۔ انہوں نے بتایا کہ یقیناً دارالعلوم وقف کا یہ اقدام ادارہ کی تاریخ میں ایک انقلابی اقدام ثابت ہوگا۔

مہمان خانہ کی تعمیری تکمیل

گزشتہ سالوں میں دارالعلوم وقف دیوبند نے جس ہمہ جہت انداز میں ترقیات کی منازل طے کی ہیں وہ یقیناً ادارہ کی تاریخ کا ایک زریں دور ہے۔ حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالقرآن، دارالاقامہ، اطیب المساجد کی تعمیر کے بعد چند ماہ قبل ادارہ کی ایک اہم ضرورت دومنزلہ مہمان خانہ کی تعمیر کا آغاز کیا گیا تھا۔ بحمد اللہ گذشتہ ماہ یہ عمارت مکمل وجاہت کے ساتھ اپنے تعمیری مراحل کو عبور کرچکی ہے۔ دومنزلہ یہ عمارت ۱۲ر کمروں اور دو بڑے ہال پر مشتمل ہے، جس میں مہمان کی ضیافت کے ساتھ ان کے مکمل راحت و آرام کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ یہ عمارت ظاہری وجاہت کے ساتھ جدید طرز تعمیر کی ایک حسین شاہکار ہے۔ حق تعالیٰ جملہ معاونین وبہی خواہان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

تعلیمی سال ۴۶-۱۴۴۵ھ
کے لئے جدید داخلوں سے متعلق

اہم ہدایات

(۱) درخواست برائے شرکت امتحان داخلہ کی تقسیم کا عمل بذریعہ ویب سائٹ مؤرخہ ۱۰/رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ سے شروع کردیا جائے گا۔

(۲) تقسیم درخواست برائے شرکت امتحان داخلہ بذریعہ ویب سائٹ کا یہ نظام مؤرخہ ۵/شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ تک جاری رہے گا۔ جدید داخلے کے امیدوار طلبہ اس کا خاص خیال رکھیں کہ ۵/شوال کے بعد تقسیمِ درخواست کا عمل جاری نہیں رہے گا۔

(۳) ہر جماعت کیلئے تقسیم درخواست برائے شرکت امتحان کی تعداد محدود و متعین ہے، متعینہ تعداد پوری ہونے پر ۵/شوال سے پہلے بھی نظام تقسیم موقوف کیا جاسکتا ہے۔

(۴) درخواست برائے شرکت امتحان داخلہ حاصل کرنے کے لئے آپ ادارہ کی ویب سائٹ www.dud.edu.in پر کلک کریں۔

آپ کو آن لائن داخلہ کا ایک آپشن ملے گا آپ اس پر کلک کریں۔

بعدہٗ چند ہدایات آپ کے سامنے آئیں گی، ان ہدایات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد وہاں پر موجود فارم کے مندرجات کی تکمیل کریں۔

(۵) درخواست برائے شرکت امتحان داخلہ کے تمام کالم سوچ سمجھ کر صحیح پُر کریں۔

(۶) فارم میں مطلوبہ جماعت، اپنا نام، ولدیت، تاریخ ولادت، سکونت، ڈاکخانہ، تھانہ، ضلع، صوبہ، پن کوڈ اور سرپرست کی تفصیلات درست درج کریں، ساتھ ہی اپنا حالیہ پاسپورٹ سائز فوٹو اور سرکاری کاغذات (آدھار کارڈ، ووٹر آئی ڈی کارڈ، پاسپورٹ، ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ) میں سے کسی ایک آئی ڈی کی دونوں جانب سے صاف تصویر فارم کے ساتھ داخل کریں۔

(۷) مذکورہ بالا تمام تفصیلات کی خانہ پُری کے بعد آپ Submit کے آپشن پر کلک کریں اور فارم کی فیس آن لائن جمع کریں۔

(۸) فارم فیس موصول ہونے کے بعد آپ کو اجازت نامہ برائے شرکت امتحان داخلہ موصول ہوگا، اس کے ساتھ نقشہ امتحان داخلہ بھی منسلک ہے۔ آپ اسے محفوظ کرلیں۔ واضح رہے کہ نقشہ امتحان میں جزوی ترمیم ممکن ہے، اس لئے دفتر تعلیمات سے جاری ہونے والے اعلانات وہدایات کی جانب متوجہ رہیں۔

(۹) شرکت امتحان داخلہ کے لئے آپ کے پاس اس اجازت نامہ کا ہونا ضروری ہوگا بغیر اجازت نامہ کے شرکت امتحان داخلہ کی قطعاً اجازت نہیں ہوگی۔

(۱۰) واضح رہے کہ فارم میں اپنی تمام تفصیلات درست لکھیں، فارم میں دی گئی تفصیلات کے غلط پائے جانے یا تصویر میں فرق محسوس کئے جانے کی صورت میں امتحان داخلہ میں شرکت کی قطعاً اجازت نہیں ہوگی۔ نیز آئندہ فارم میں دی گئی ان تفصیلات میں کسی طرح کی ترمیم، اضافہ یا تخفیف بھی نہیں ہوسکے گی۔ بہتر ہوگا کہ سرکاری کاغذات کے مطابق اس کے مندرجات پُر کریں۔

(۱۱) اپنی تاریخ ولادت بالکل درست رکھیں، کارپوریشن، نگر پالیکا، گرام پنچایت کی مصدقہ تحریر کے مطابق اپنی تاریخ ولادت کا اندراج کریں۔ بعد فراغت جو سند دی جائے گی اس میں یہی نام، ولدیت، پتہ اور تاریخولادت درج ہوگی، اس میں کسی طرح کی تبدیلی ممکن نہ ہوگی۔

(۱۲) آن لائن فارم پُری میں دشواری کی صورت میں آپ مذکورہ ایام میں دفتر تعلیمات سے رجوع کرسکتے ہیں، علاوہ ازیں مزید معلومات کے لئے دفتر کے اوقات (صبح آٹھ بجے تا دوپہر دو بجے تک) درج ذیل نمبرات پر بھی رابطہ کرسکتے ہیں:

دفتر تعلیمات: 8439612767, 9557818648, 8171112821

(۱۳) ادارہ کی ویب سائٹ یا دفتر تعلیمات سے قواعد داخلہ حاصل کرلیں اور مکمل قواعد داخلہ کو نہایت توجہ سے پڑھیں۔

(۱۴) نشست کی تفصیلات ادارہ بروقت نشر کرے گا۔ داخلہ کے امیدوار طلبہ ادارہ کی جانب سے جاری ہونے والی تفصیلات اور ہدایات کی جانب متوجہ رہیں اور جاری کی گئیں تفصیلات کے مطابق ہی شریک امتحان ہوں۔ معمولی تساہلی بھی کہیں آپ کیلئے باعث نقصان نہ ہو۔

دارالعلوم وقف دیوبند کا تعاون کیسے کریں؟

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ نے ادارہ کی ترقی کے لیے جو اصول وضع کئے ہیں ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ دارالعلوم کو توکل علی اللہ اور عوامی چندے سے چلایا جائے اور اس کے لیے خاص طور پر غریب طبقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لیے جو اہل خیر حضرات دارالعلوم وقف دیوبند کو اپنے عطیات، زکوٰۃ اور صدقات کی رقوم ارسال کرنا چاہتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ:

اپنے حلقوں میں پہنچے ہوئے سفراء کرام (جن کے پاس دارالعلوم وقف دیوبند کا شناختی کارڈ ہو) کو رقومات دے کر رسید حاصل کرلیں۔ منی آرڈر، ڈرافٹ یا چیک کے ذریعہ اپنی رقومات براہ راست ارسال کرسکتے ہیں۔ وصولیابی کے بعد رسید ارسال کردی جائے گی۔ اگر براہ راست بینک اکاونٹ میں رقم جمع کرتے ہیں تو بذریعہ ای میل مطلع کردیں تاکہ اس کی تصدیق کرکے رسید ارسال کردی جائے۔

نوٹ: دارالعلوم وقف دیوبند کے چندہ دہندگان 80-G کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔

تمام اکاؤنٹس کی تفصیلات

دارالعلوم وقف دیوبند کے کرنٹ اکاؤنٹس یونین بینک آف انڈیا، کارپوریشن بینک اور ایچ، ڈی، ایف، سی بینک میں ہیں، جن کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

UNION BANK OF INDIA		
(1) ACCOUNT TITLE	:	DARUL ULOOM WAQF
ACCOUNT NUMBER	:	372901010014039
BANK	:	UNION BANK OF INDIA (DEOBAND BR)
SWIFT CODE	:	UBININ BBMRT
IFSC CODE	:	537292
AXIS BANK		
(2) ACCOUNT TITLE	:	DARUL ULOOM WAQF
ACCOUNT NUMBER	:	915010029212886
BANK	:	AXIS BANK (DEOBAND BR)
SWIFT CODE	:	AXISINBB
IFSC CODE	:	UTIB0002426
HDFC BANK		
(3) ACCOUNT TITLE	:	DARUL ULOOM WAQF
ACCOUNT NUMBER	:	50200002786907
BANK	:	HDFC BANK (DEOBAND BR)
SWIFT CODE	:	HDFC INBB
IFSC CODE	:	HDFC0001974

رابطہ کے لیے

Maulana Mohammad Sufyan Qasmi
Mohtamim Darul Uloom Waqf Deoband
Near Eidgah, Darul Uloom Waqf Road
Distt. Saharanpur U.P. INDIA Pin-247554

Ph: +91 8439512767
+91 8439412767
Email: rector@dud.edu.in
Website:www.dud.edu.in

RNI UPURD/2010/32139
Postal Regd. No. RNP/SHN/005/2023-25

RNI UPURD/2010/32139
Published, Printed and Edited by Mohammad Sufyan Qasmi
on behalf of Darul Uloom Waqf Deoband
Near Eidgah, Moh. Khanqah, P/o Deoband, Distt. Saharanpur (U.P.) &
Printed at Mukhtar Press, Samreen Printers,
Moh. Barziyaul Haq, Deoband (U.P.)

Vol: 15
Issue: 09
Shaban-Ramadan 1445
March-Apr 2024

دارالعلوم وقف دیوبند

تصاویر کے آئینے میں

دارالعلوم وقف دیوبند کے چندہ دہندگان ۸۰ جی کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ

आयकर अधिनियम की धारा 80 जी के आधीन कर मुक्त प्रमाण पत्र
न. सी. न. (238)/कर मुक्ति/ आ. आ. मु. नगर/आ. आधि (तफ)/2009–10/9603

Exempted u/s 80G
No (238)/TAX EXEMPT/CIT MZN/I.T.O. (TEC) 2009-10/9603